

طباعت :- دائرہ انکڑک پریس حیدرآباد  
مکتبہ :- محمود الحسن کاملی مالیکانوی  
تعداد :- سات سو

اشاعت :- نومبر ۱۹۹۳ء  
بائینڈنگ :- نظام آباد اردو پریس  
قیمت :- بیس روپے Rs, 20/=00



Acc. No.

437

891.4391

ملنے کا پتہ

JAN

دفتر "گورنمنٹ پبلیکیشن"

۲/۳۵-۱-۲۰۱ اعظم روڈ نظام آباد

پن کوڈ - ۵۰۳۰۰۱ اے پی

یہ کتاب اردو اکیڈمی آئندہ پریس کی جزی کی جزی ملی اعلیٰ سے شائع کی گئی

# انتساب

## شریکِ زندگی کے نام

میری رفاقت نے مجھے مہر کا خوگر بنا دیا  
بے اشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے



میرے ہاتھوں لگ گیا ہے دامنِ صبر و رضا  
مجھ کو کیا لینا کسی اقرار سے انکار سے  
(.مسیح لفظاً آبادی)





# ”منفرد رہے کاشاعر“

## جمیل نظام آبادی

عصر حاضر کے بیدار اور خود دار ذہن کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے شعور اور لاشعوری افکار کے اظہار کے ذرائع اور وسائل خود تلاش کرتا ہے۔ زندگی کے ہر پہلو کا جائزہ خود لیتا ہے۔ سماجی خامیوں اور غریبوں کو سمجھنے جانتے، اور پرکھنے کیلئے خارجی معیار نظر مستقر نہیں لیتا۔ اپنے جذبات، احساسات اور اندرونی دیر وئی کیفیات کا نفسیاتی تجزیہ خود کرتا ہے۔ خود نتائج اخذ کرتا ہے۔ نقل پر اثر انداز ہونے والے عوامل اور حقائق کی درجہ بندی اور رد و قبول کا نازک و دشوار مرحلہ بھی خود ہی طے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے حقیقی فن کار میں حقیقت پسندی، راست گفتاری، بے باکی اور صاف گوئی کے اوصاف بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

وہ اپنے قدم گراں مایہ ادبی سرمائے سے روگردانی نہیں کرتا۔ اساتذہ و ماہرین فن سے چشم پوشی نہیں کرتا۔ موروثی قدروں کی عزت اور احترام کا جذبہ اس میں ہے۔ لیکن وہ آنکھ بند کر کے ان راہوں پر چلنے کا قائل نہیں جن پر قدموں نے قدم قدم پر کھوکھولیاں کھائی ہیں۔ لہذا وہ ان کے بڑھنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتا ہے۔ آگے اور آگے بڑھنے کی ہمت اور حوصلہ رکھتا ہے۔ آسے و سردوں کے گاندھے پر ہاتھ رکھ کر چلنے میں لطف نہیں آتا۔ اپنا بوجھ خود اٹھانے میں حِظ حاصل ہوتا ہے۔

گذشتہ تین دہائیوں میں جن نقادوں، مصنفوں، ادیبوں اور شاعروں میں یہ بیش بہا جوہر پایا جاتا ہے ان کی فہرست میں جمیل نظام آبادی کا نام بھی شامل ہے۔ ۱۹۵۹ء میں جمیل نے آندھرا پردیش کے شہر نظام آباد کے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی۔ جس میں زندگی کی آسائش اور آرائش کے ذرائع کی فراوانی نہیں تھی۔ جو جسمانی اور خاص طور پر ذہنی نشوونما کیلئے نہایت موزی

ہوتی ہے۔ جمیل نے اس ماحول میں صفر سستی ہی سے اپنی شخصیت کو سوار کرنے اور نکالنے کیلئے تنگ و درو شروع کر دی۔ ذہانت، خود اعتمادی، اور حوصلہ مندی کو راہ ہر بنا کر اپنے سفر کا آغاز کیا۔ تحصیل علم و ادب کے جذبے نے انہیں تلاش و محنت کی راہوں سے سیر کر دیا۔ مسلسل جدوجہد انہیں ان کی منزل سے قریب کرتا گئی۔ انہیں اس مقام تک پہنچا دیا۔ جہاں پہنچنے کے رہ خواہش مند تھے۔ ناسازگار ماحول تو انہوں نے رفتہ رفتہ سازگار بنالیا۔ بننے بننے ”جمیل تھام آبادی“ ایک روشن اور مالوس نام بن گیا۔

ایثار کی حرارت اور وفا کی فطرت نے انہیں اردو کی ترویج و بقا کے لئے منتخب کر لیا۔ انہوں نے ہر ابتلاء سے خود کو نہایت پیر و قار طریقے سے محفوظ رکھا نہایت دیانتداری، خودداری، اور سنجیدگی سے ادبی خدمات انجام دینے میں منہمک ہوئے انکی ادبی شخصیت کا عکس ۱۹۷۰ء سے مسلسل دانشوروں کی آراء کو متحرک کر رہا ہے۔ وہ زینہ بہ زینہ شہرت کی بلند یوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ۱۹۷۳ء میں ادبی جریڈہ کو بیج جاری کیا۔ ستمناہت اور طباعت کے تقاضے سے باوجود یہ پرچہ ملک کے گوشے گوشے میں ترتیب کی سلیقہ مندی اور موضوعات کی ہمہ گیری کی وجہ سے مقبول ہے۔

اب تک جمیل کے دوشہری مجموعے ”سگتے خواب“ اور ”تجدید آندو“ شائع ہوئے مقبول ہوئے اور فروخت بھی ہو گئے۔ یہ میری کم نصیبی ہے کہ میں ان کی قریات سے محروم رہا۔ اب نہایت آب و تاب کے ساتھ ان کا تیسرا شعری مجموعہ ”صبر جمیل“ منظر عام پر آ رہا ہے۔

اس مجموعہ کی تخلیقات کے مطالعہ سے روشن ہے کہ انہوں نے ایسے عہد کے تقاضوں اور مسائل کو اپنے اندر سموتے ہوئے اظہار کے وسائل میں فن کی فطری رعنائی کو قائم رکھنے کی کوشش کی ہے۔ جمیل کے شعری میکر قوت مزہ کے مخصوص درجوں پر خوش آہنگ دیتے ہیں۔

لاکھ سفر میں تھا میں پھر بھی  
اپنے گھر سے دور نہیں تھا

جمیل کے یہاں ایسے اشعار کی کمی نہیں جن میں بھرپور طنز ہے۔ ایسے چھوٹے چھوٹے نثر ہیں جو سماجی فانیوں کے جسم پر گہرا زخم اور گہرے زخم بن جاتے ہیں۔

رکھنا اسے سنبھال کے ہے قیمتی بہت  
بیٹی تجھے خرید کے شوہر دیا گیا

---

چاہو تو سوئی پہ چڑھا دو  
دالستہ سچ بول رہا ہوں سے

---

ایسا لگتا ہے گلی کوچے بھی مقتل بن گئے  
خوں ٹپکتا ہے یہاں ہر سُرخِ اخبار سے  
اسی مزاج اور ماحول کے چند اشارے بھی ہیں -  
کچا ہو رہا ہے آج انسا کے ریش میں  
خنجرِ دکھا کے خور کو بچانا پڑا مجھے

---

کوئی اپنا نظر اتا نہیں ہے آج اپنیوں میں  
کوئی نہیں جراتا ہے کوئی دامن بچاتا ہر

---

اگر پتھر ہے وہ تو اب جمیل اُس سے یہ کہہ دیجئے  
مرادست ہنر پتھر کو آئینہ بناتا ہے  
یہ ایک ایسی سچائی ہے محسوس تو سب کرتے ہیں لیکن اظہار کی قدرت اور  
صلاحیت کسی میں ہرگز ہے۔ خوابیدہ جذبات اور احساسات کو بیدار  
کرنے والے اشارہ جمیل کی شناخت ہیں

زندگی کی تلاش میں 'میں' نہیں ہوں  
زندگی مجھ کو ڈھونڈتی ہو گئے

---



ان کی شاعری میں تہہ داری، ہمہ گیری جدت اور ندرت ایسے  
 اوصاف ہیں جو قاری کو متحیر ہی نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے جذبات کو متحرک کر دیتے ہر  
 فعال بنا دیتے ہیں۔ غزلیہ شاعری میں یہ تاثر زور اور اثر برسوں کی ریاضت اور عشق  
 کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ کبھی گرداب اور طوفان دیتے ہیں سہارے بھی  
 کبھی کشتی ڈبو دیتے ہیں دریا میں کنارے بھی

لوٹنے پر میں دل کے کیا لکھتا  
 تھا مقدر کا حادثہ لکھا

اک لہر تھی اٹھی تھی ڈوبنے کے واسطے  
 وہ لہر ہی کنارے پہ پہنچا گئی مجھے

جھیل کے کی شاعری میں جہاں جدید لہجہ تاثر کرتا ہے وہیں ان  
 کی شاعری کا روایت سے ہم آہنگ پہلو غزل کی معنوی رنگینی اور روشنی بکھرنا نظر  
 آتا ہے ان کے یہاں ہجر وصال، نالہ، شب گیز سب کچھ ملتا ہے وہ حسن و عشق کے  
 رمز کی عکاسی اور ترجمانی نہایت مہذب انداز میں کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنے  
 اشعار میں ترسیل کا حق بخوبی ادا کیا ہے۔ داخلی پہلو۔ اشعار کے مد رنگ خانے  
 ان کے محسوسات اور جذبات کو خوشگوار معنوی رشتوں سے منسلک کرتے ہیں  
 ماضی کی خوبصورت یادوں اور یادوں کے لمس کو آمیز کرنے کا ہنر انہیں آتا ہے  
 آپ ہی نے نزدیک نہ جانا      آپ سے میں تو دور نہیں تھا

آئی جوان کی یاد تو مہکا گئی مجھے      خوشبو تھی خود جو بکھری تو بکھر گئی مجھے

تم سمجھتے ہو کہ میں دور بہت ہوں تم سے  
 تم میرے دل میں ہو مستور تمہیں کیا معلوم

”صبر جمیل“ میں غزلیات کے دوش بدوش جدید تاثراتی نظمیں بھی  
 ہیں۔ ”المیہ“ ”مکھوج“ ”تمہارے نام“ اور ”شیریک زندگی“ فکر  
 انگیز شعری پیکیں ہیں۔ ”جمیل“ کے شگفتہ اشعار کی خوشبو صرف ارم دکن تک ہی محدود  
 نہیں ہے اسکی پرواز کا دائرہ لا محدود ہے۔  
 ”جمیل“ کی شاعری فنی اقدار کا ایک حسین گلدستہ بھی ہے اور شاعری  
 شاعری کا دلکش منظر نامہ بھی ہے۔  
 مجھے یقین ہے کہ ”صبر جمیل“ سے ان کے جو خواب وابستہ  
 ہیں وہ تعبیر کے سبزہ زار تک ضرور پہنچیں گے۔

اختر نظمیں  
 ۲، اگست ۱۹۹۳ء

ڈاکٹر اختر نظمیں  
 سابق صدر شعبہ اردو  
 محمد عارف کھٹک راجہ - پی۔ جی۔ گریڈ کالج  
 گوالیار ۲۰۰۱  
 فون ۳۲۶۵۰۵

# صبرِ جمیل کے بارے میں

شاعری میں اثر آفرینی کمیت سے زیادہ کیفیت سے متعلق ہے اور یہ خاصیت غزل گوئی سے صاف جھلکتی ہے۔ بلاشبہ ہماری غزل منفی اعتبار سے شاندار روایات کی حامل ہے۔ اس کالب و لہجہ مختلف ادوار میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کے باوجود اپنے کلیدی وصف، اثر انگیزی، کشش و جاذبیت سے دور نہیں ہوا۔ دراصل غزل انسانی تجربات و مشاہدات کے ساتھ ساتھ جفا و اماسات کی عینی گواہ ہے۔ بلکہ وہ دانش و شعوری طور پر اسکی تصدیق بھی کرتی ہے۔ اس کے طرزِ اظہار میں درد مندی، انسانیت، محبت و غم، اخلاق و خود داری، مسوز و گدازِ انفس و آفاق کے مسائل سے گفتگو ہوگئے۔ اس میں تخیل و ادراک کے علاوہ فلسفیانہ اور مذہبی اقدار کی گنجائش بھی ہے۔ ان باتوں کیلئے جس معیار اور انفرادیت کی ضرورت ہوگئے۔ وہی غزل کا انداز ہے۔ ہشت اور اسلوب کی ندرت، تانگی، جدت کی تلاش و جستجو شاعر کا تخلیقی جوہر رنگ و آہنگ گہری شناسائی و مصورت بھی کچھ غزل سے عبارت ہے۔

ہمارے ہاں شاعری میں غزل کو بڑی ترقی و عروج حاصل ہوا اور خدا جھوٹ نہ بلوائے تنزل بھی کچھ کم نہیں ہوا۔ غزل، 'جدید غزل'، 'اینٹی غزل'، 'آزاد غزل' اور کیا کچھ نہیں۔ روایات کی روشنی میں غزل تو غزل کو کہنا کس قدر آسان و سہل ہے۔ لیکن بدلتے رجحانات اور میلانات موضوعات و لفظیات کی نوا وانی و کثرت کے لحاظ سے غزل کا ردِ پ رنگ کیلئے وہ بجائے خود ایک موضوع اک عنوان ہے۔ تاہم غزل غزل ہے۔ جوابِ صوتی رنگ و آہنگ و اجزائے ترکیبی نیز ہشتی خوبوں ندرت تراکیب کے ساتھ انسانی دل و دماغ بلکہ روح کو تسکین و آسودگی اور لذت سے ہمکنار کرتی ہے۔ اور عصری حسیّت صحت مند انسانی تھراپان و بھرپور صناعی کے ساتھ رواں دواں بھی غزل کی ریزوکاری ہی اسکی دائمی حیات دہائی شہرت اور بقا کی ضمانت ہے۔ جس میں نغمہ انسانیت

کو جمیل امن و آشتی کی بجائی و رواداری بھائی چارگی اور اخلاص و ادراک  
 لطافت و سکون کی ہی نہیں غم جاناں اور غم معداں بھی ملیگا۔ بالفاظِ دگر غزل  
 گوئی شائستگی و دل آویزی کی ترجمانِ جدت و ترقی پسندی کی نوگر ہے۔

شاعری خصوصاً غزل گوئی کے بارے میں اس اظہارِ ذاتی کی ضرورت  
 یوں محسوس ہوئی کہ زیرِ نظر انتخابِ شعری ”صبر جمیل“ بھی ایک ایسی ہی  
 شاعر کا مجموعہ ہے جس کی شخصیت اپنے ہمہ جہت پہلوؤں کے تناسل کی آئینہ نگاری  
 کرتی ہے۔ میری مراد صبرِ جمیل کے حامل عبدالباری جمیل نظام آبادی سے ہے۔ یہ ان  
 نوجوان شعراء میں شامل ہیں جنہوں نے اردو زبان و ادب کے فروغ کیلئے  
 اپنی تمام تر صلاحیتوں کو وقف کر دیا ہے۔ میرا ان سے تعارف عرصہ پہلے اس وقت  
 ہوا۔ جبکہ میں محض ایم اے عثمانیہ کا طالب علم تھا۔ اور جمیل نظام آبادی کے نرئی  
 سرپرست استاد محترم مفتی صدیقی کے زیرِ ادارت ماہنامہ ”آب و آفتاب“  
 (نظام آباد) میں اپنی طالب علمانہ کوششیں پیش کرتا تھا۔ مفتی صدیقی ایک  
 سچے ہوئے کہنہ مشوق صحافی و شاعر تھے۔ جمیل نے اپنے استاد سے بھرپور استفادہ  
 و کتاب کیا۔ اور شفیق استاد نے بھی شاگردِ رشید کی استعداد و انہماک کو دیکھ  
 کر اپنا سب کچھ اسے سونپ دیا۔ مجھے اچھا یاد ہے کہ جمیل نے مفتی صدیقی کی ایما  
 اور ان کی رہنمائی میں ہفتہ وار ”نورِ گونج“ جاری کیا۔ جو آج بھی پوری توانائیتوں  
 اور تابانیوں سے جاری و ساری ہے۔ گونج کے قابلِ قدر سہمے والوں میں  
 صرف اضلاع آندھرا پردیش کے شاعر و ادیب ہی نہیں بلکہ ہندوستان بھر  
 کے نامی گرامی اہل علم شامل ہیں۔ جمیل نظام آبادی کے گونج کی وساطت سے  
 زیادہ اپنی ذاتی قابلیت اور دل چسپی سے شاعرانہ بلند یوں کو چھونے  
 کی سعی و قوف کی ہے۔ تب ہی تو وہ ”صبرِ جمیل“ سے قبل ”سلسلۂ خواب“  
 اور ”تجدیدِ آرزو“ جیسے حسین تحفوں سے داد و تحسین پے شارب کے  
 مستحق ہوئے۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کے علم و ادب کی ایک اہم تہذیب و ثقافتی  
 ڈائریکٹری ”The New York Times“ میں بھی اپنا مقام پایا۔ دراصل  
 شاعری انسانی حیات و ممات کے سلسلے میں کسی بھی فطریے سے بلند ہو کر فطرت  
 کے بارے میں انسانی شعور کے تمام اُفتق اور عمودی سمتوں کی جانب اشارے  
 کرتی ہے۔ جس میں فطرت سے مہابقت پیدا کر کے کھرے کھوٹے میں  
 امتیاز کرنے کا سلیقہ ملتا ہے۔ اس میں لطافتیں رنگینیاں معاشی پیمائش  
 سیاسی حالات سکون و اضطراب کیا کچھ نہیں۔ واضح رہے کہ انھان پیدا

کے بعد سے مرنے تک عمل سے ہی دوچار رہتا ہے اور یہ عمل مسلسل ہے اس کا لمحہ بھی رکنے والا نہیں۔ امید و ناامیدی خوف و جرات بخشی و تارکی جذبات دے جس شعور اور بے شعوری سمجھی کچھ ایک نئی شکل کی صورت سے آجا کر ہوگا۔ اس میں جہد و جہد کے امکانات و رجحانات ارتقاء یا فروغ کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ادب یا شاعری کے حوالے سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ غور و فکر کے ملدی زمین اُردا نظم و نثر کو تفریح و تفریح سے زیادہ مسرت کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس میں زندگی کی نکتہ جہاں کی معنویت و اہمیت صاف دکھائی دے گی۔ چنانچہ ہمارا شاعر وادیب جو ایک عام آدمی کی کیفیت رکھتا ہے۔ ہمارے معاشرے و سماج کا فرد ہوتا ہے۔ اسکے اپنے ذاتی غم اور دکھ بھی ہوتے ہیں۔ وہ بھی نا آسودگیوں کا شکار اپنی پسند یا خواہش کی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ اپنے تمام احساسات کو تحقیق شعور و ادب کے سہارے پیش کرنا چاہتا ہے۔ اس دشواری پر نظر رکھنے کیلئے اسے بھارت سے کہیں زیادہ بصیرت فکر کی جوتلانی سے کلمہ لینا پڑتا ہے۔ محراب زندگی کے ان تجزیات کو جس کا ہر شعبہ معیات سے تعلق ہے۔ اظہار کرنا آج کی شاعری کا خاصہ ہے۔ اور جملہ نظام آبادی کی شاعری کو جس علوم و دیانت اور انسانی رشتوں سے مربوط اعتماد کی شاعری سمجھتا ہوں۔

جملہ نے دائرہ طور پر احساس و فکر کے ساتھ اپنے اطراف و اکناف کی منفی و مثبت بات توہوں کا ادراک کر دیا ہے۔ انکے کلام میں ذوق جمال جذبہ شوق تعمیر انسانیت نے دوش بدوش اخلاقی روایات حق و علق کی صداقت اسکی متنوع وسیع حیثیت نے خط و خال صاف نظر آتے ہیں انہوں نے نئے نئے تجربے محض اس لئے نہیں کئے کہ اسکے ذریعے وہ اپنی شخصیت میں حریت زائی کی کیفیت پیدا کریں۔ بلکہ ان کی نظر ان کی بدلتی ہوئی زندگی کی قدریں اسکی مختلف جہتوں کے نوعیت پر ہوتی ہیں۔ ان کے اشعار میں گہری فنی ادبی چاشنی کے علاوہ آفاقی ہوتی ہیں۔

اور کیا لکھتا اپنے شعروں میں  
روزِ اک تازہ واقعہ لکھا

دیکھو ہمارے چلنے کا ہوگا کوئی سبب  
چلتے نہیں جہاں میں ابھی بے سبب چراغ

جس نے انگارے بچھائے مری راہوں میں جمیل  
وہ کوئی غیر نہ ہوگا میرا اپنا ہوگا !!!

پڑھنے لگے ہیں لوگ۔ ہیں سر سے پاؤں تک۔  
ہم آدمی کہاں رہے اخبار ہو گئے

مرحلوں پر مرحلے در مرحلے اچھے لگے  
ہم سے ملتے جو بھی آئے حادثے اچھے لگے

سچی باتیں بول رہا ہوں  
وقت کی عمر میں کھول رہا ہوں

جمیل کے ہاں اسلوب و اظہار کے اعتبار سے جو میلانات سامنے آتے ہیں وہ کم و بیش ہماری معاشرتی زندگی تہذیبی و ثقافتی علامتوں کی نشاندہی ہے۔ مافی قریب میں جن شعراء نے ترقی پسندی کے رجحانات کی آبیاری کی۔ ان کی ایک خاص دگر خاص نوعیت یا طرز فکر و ہیئت تھی۔ مگر جلد ہی ترقی پسندی نے اس رومانیت سے گریز کیا۔ جس کے موضوعات ایک طرح سے محدود ہو گئے تھے۔ تب ہی تو انہوں نے جدیدیت یا حسدیت کے عنوان سے اپنی شاعری کی بساط بچھائی۔ ترقی پسند شاعری اور جدید شاعری کی تقسیم بھی کچھ استدر میکا کی انداز سے ہوئی کہ ہم لوگ سیاہی اور جنسی مسائل رکھنے والوں کو ترقی پسند کہہ آئے اور دیگر مسائل حیات پر یا اجتماعی جذبات و احساسات کی ترجمانی کرنے والوں کو جدید۔ جن کی شاعری میں نئے نئے خیرویات اور تخلیقات کی صورت گری ہو۔ جمیل نے اپنی شعری صلاحیتوں کو کسی تحریک سے متاثر کئے بغیر ان روایات سے استفادہ کیا جو نئے اسالیب و اظہار کی جستجو کے این تھے۔ جمیل نے فرد کی داخلی زندگی کے پیویدہ اور متنوع مسائل اس کے مزاج عشق اور مذاق حسن کو بھی برتا اور ان بنیادی حقائق پر فرد و خوص کیا۔ جس میں تہذیب کی پرچائیاں وقت کے بے رحم ہاتھوں خیر و شر کی معرکہ آرائیاں دشمنی و تارکی کا تعدادم ظاہر و باطن کی کشمکش طواب و حقیقت کی پیکار۔ اس و امید کی نرم آرائی نیز ماحول و زمانہ کی بدلتی تبدیلی سبھی کچھ شامل ہے۔ غزل جمیل کی محبوب صنف سخن ہے۔ گو انہوں نے نظمیں بھی کہی ہیں۔ بلکہ غلاش وغیرہ بھی ان نظموں میں شاعر نے براہ راست یا بیانیہ پیرایہ اختیار کرنے کے بجائے علامتی اسلوب کو اپنایا ہے۔ اس لئے

ان کی نفسیں رنگ و آہنگ دور رس شاخ اور وسیع تر مغہور سے بھر پور  
 معنویت کی جانب توجہ مبذول کرا رہی ہیں۔ جیسے نظم المیہ دیکھئے  
 کون تو آئے گا  
 مجھ کو سمیٹے گا اور مجھ کو میند کر دے گا  
 میرے ہی خول کے اندر

○  
 مری سالیں جو میرے اپنے اندر سے نکلتی ہیں  
 مجھے بھی ساتھ لے جاتی ہیں باہر  
 ہواؤں میں خلاؤں میں  
 گلی کے موڑ پر  
 چوراہے کے چاروں ہی رستوں پر  
 بکھر جاتا ہوں میں ہر سمت  
 گھو جاتا ہوں راہوں میں  
 میں خالی غول ہو جاتا ہوں باقی کچھ نہیں رہتا  
 یہی ہے المیہ میرا

○  
 میں اپنے آپ میں گھٹ کر کہیں مری جاؤں  
 یہی تو سوچ رہتی ہے مجھے اکشر  
 سمیٹنے کا عمل بہتر ہے یا مرے بکھرنے کا  
 ذرا تم بھی تو سوچو !!!  
 یا پھر نظم "سمندر اور میں" کا یہ بند جوابی محدود وسعتوں سے نکل کر لا محدود  
 فضاؤں کی جانب اشارہ کرتا ہے۔

اُس کے سینے میں کئی راز چھپے دیکھے ہیں۔  
 اُس کے ہونٹوں پہ بھی اک گیت ہے ہلکا ہلکا  
 اس آنکھوں میں بہت لہجہ بہت تیزی ہے۔  
 اس نے بھی دیکھا ہے میری ہی طرح دنیا کو  
 میں بھی چپ چاپ ہوں اور وہ بھی تو کچھ کہتا ہے۔  
 اس کے بھی پاؤں مرے پاؤں سے ہیں جھٹکتے نہیں  
 ہر طرف گھومتے رہتے ہیں بھٹکتے ہی نہیں  
 میں نے دیکھا ہے سمندر کو سمندر بن کر

مرے خیال میں جمیل کے ہاں فن اظہار مواد سے اثر پذیر ہوتے ہوئے اپنی ایک مستقل حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں انتشار اور بحران نہیں بلکہ وہ ایک حساس اور بالغ نظر شاعر ہونے کے ناطے انسان معاشرے میں معنا ہونے والی کیفیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اور اپنی شعر گوئی کے ذریعے اسکا ادراک و شعور بھی اور یہ سارے موضوعات زبان و اسلوب احوال و مشاہدات صعود و نزول کے راتب ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ جمیل اپنی فکر و فن کے ذریعے ناویری کے اس درجے پر فائز ہیں۔ جہاں فنکار (شاعر و ادیب) کسی طور قیادگی و شکستگی کا شکار نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف وہ اپنے اشارہ و ایماء تشبیہ و استعارہ کی وساطت تھاق تو واشگاف کرنے میں مسرت و طمانیت محسوس کرتا ہے۔ اور یہی اس کی کامیابی و کامرانی ہو گئی۔

عبارت مختصر، صبر جمیل ہیں ایسے کئی اشعار پڑھے جاسکتے ہیں جس سے مرے اس خیال کی توثیق و تائید ہوتی ہے۔ آخر میں صبر جمیل کی اس خوبصورت اشاعت پر دلی مبارکباد دیتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اردو زبان و ادب کی پزیرائی کے اس غیر یقینی حالات میں صبر جمیل کی زیادہ سے زیادہ داد دی جائیگی۔ اپنی اس گفتگو کو جمیل ہی کے اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

ترے قربان جمیل حنوں اے اردو زبان  
تری الفت سے زمانے میں ہے شہرت میری

ڈاکٹر عقیل ہاشمی

(ریڈر شعبہ اردو جامعہ کشمیریہ)

سرفراز منزل

۴-۱۸-۷۸۰-۳۵

کنگ کوٹھی۔ حیدرآباد



# احوالِ خود

میں اپنا تیسرا شعری مجموعہ ”صائب جمیل“ قارئین کی خدمت با پیش کرتے ہوئے مسرت محسوس کر رہا ہوں۔ قبل ازیں میرے دو شعری مجموعے ”شکستہ خواب“ ۱۹۷۸ء میں اور ”تجدید آرزو“ ۱۹۷۹ء میں شائع ہو کر پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ گزشتہ ۲۳ برسوں سے اردو شعری و ادبی حلقہ اور اردو والے جس طرح حوصلہ افزائی کرتے رہے ہیں اور میرے ان دونوں شعری مجموعوں کو قبولیت سند عطا کی ہے۔ امید ہے کہ وہ آئندہ بھی میری حوصلہ افزائی کریں گے۔ اور میرے اس تیسرے شعری مجموعہ کو بھی شرف قبولیت بخشیں گے۔

اپنے تعارف میں میں بس اتنا ہی کہوں گا کہ میرا نام عبدالباری ہے۔ میں ۱۹۴۹ء میں نظام آباد کے ایک متوسط گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے کامیاب کرنے کے بعد غم روزگار سے برسوں آنکھ چھٹی رہی لیکن اس دور میں نے جب بھی موقع ملا تعلیم کے سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ اور ایم۔ اے تکمیل کر لی۔ اور اب اللہ کی مدد شامل حال رہی تو پی ایچ۔ ڈی۔ کی تکمیل بھی ہو ہی جاوے گی۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے علاوہ گزشتہ ۲۰ برسوں سے ملک و بیرون ملک کے بیشتر ادبی جرائد میں میرا کلام شائع ہو رہا ہے۔ ملک کے مختلف شہروں کے بے شمار مشاعروں میں شریک ہونے اور کلام سنانے کے مواقع بھی ہیں۔ کئی ادبی انجمنوں سے تعلق بھی رہا ہے۔ کچھ ایوارڈز بھی پائے ہیں۔ میرا تذکرہ اشیاء کے اہم اشخاص کے سوانحی حالات مرتب کرنے والی ایک اہم انگریزی کتاب ”ہوا زہو“ میں بھی شامل ہے۔

اس موقع پر اس بات کا اعتراف بھی ضروری ہے کہ میرا گھرانہ شعر و ادب سے کوسوں دور تھا۔ نظام آباد کے شعری و ادبی ماحول نے مجھ میں یہ ذوق پیدا کیا۔ اور حضرت مفتی صدیقی مرحوم کی استادانہ شفقت اور رہنمائی نے میرے ذوق کو نکھارا۔ میرے فن کو راستہ دکھایا۔ اور میرے

۱۹۷۰ء میں اپنے شعری سفر کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۴ء میں جب حضرت مفتی مدنی انتقال فرما گئے تو میں یکا دو تنہا ان سنگلاخ زمیوں پر آگے بڑھنے کی سعی و جدوجہد میں مصروف ہوں۔ اپنی اس کوشش میں میں کہاں تک کلیاب ہوں۔ اور کن کن موڑوں پر مجھ سے لغزشیں سرزد ہوئیں۔ اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

اس مجموعہ کی اشاعت میں اُردو اکیڈمی آندھرا پردیش کے جزی مالی اعانت بھی شامل ہے۔ اس لئے اُردو اکیڈمی کا شکریہ ادا کرنا میری اخلاقی ذمہ داری ہے محترم ڈاکٹر اختر نظامی سابق صدر شعبہ اردو گوالبار اور محترم ڈاکٹر عقیل ہاشمی ریڈر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد نے میرے کلاہ پر اپنی قیمتی رائے لکھ کر اسکی توفیر بڑھائی ہے۔ میں اپنے ان دونوں کرم فرماؤں کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

جناب محمد المحسن کمالی (مالیگانوی) نے میرے اس مجموعہ کی کتابت نہایت محبت اور خلوص سے کی ہے۔ میں ان کا بھی ممنون ہوں۔ آخر میں میں تمام قارئین سے بھی التماس کروں گا کہ وہ اپنی قیمتی رائے مجھے نوازیں۔ تاکہ میں اپنے اس شعری سفر میں آگے بڑھتے ہوئے ان کے مشوروں کو مشعل راہ بناؤں۔

جمیل نظام آبادی ایم اے

# نعت پاک

شکر ہے تیرا خدایا کھلی والے ہیں میرے  
میرے ملجاء میرے ماویٰ کھلی والے ہیں میرے

ہے شرف مجھ کو غلامی کا شبہ ابرار کی  
میرے مولیٰ میرے آقا کھلی والے ہیں میرے

حشر کے دن فکر کیا ہے دھوپ کی اور سایہ کی  
کھلی والے کا سہارا کھلی والے ہیں میرے

ہیں نہیں آوارہ مسک میں نہیں بے آسرا  
شر یہ ہے رحمت کا سایہ کھلی والے ہیں میرے

فکر دنیا کیا کروں میں فکر عقبیٰ کیا کروں  
میری دنیا میری عقبیٰ کھلی والے ہیں میرے

گردش دوران اسی میں خیریت ہوگی تیری  
سامنے سے میرے ہٹ جا کھلی والے ہیں میرے

میں چلا جاؤں گا طیب نعت گوئی کے طفیل  
آئے گا مجھ کو بلاوا کھلی والے ہیں میرے

اب نہیں مجھ کو بخشش کی مجھ مطلق جمیل  
قبر ہو یا حشر ہر جا کھلی والے ہیں میرے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# نوح علیہ السلام

جَبَلِ کَاہِ خُضُوۡرِ سَالِمِ تَمَلُّوۡرِ صَلَی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

فقط میں نہیں آپ پر یا محمد  
ہے قرباں میرا گھر کا گھر یا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

صلی اللہ علیہ وسلم

بلا لیمچے اپنے در یا محمد  
ہو در آپ کا میرا سر یا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

بلاتے اگر سر کے بل چل کے آسا  
میں اُڑا آتا ہوتے جو پر یا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کی قسم! آپ بعد از خدا ہیں  
بشر میں بھی خیر البشر یا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

بجز آپ کے میرا دُنیا میں کیا ہے؟  
میری زندگی ہے اگسریا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

یقیناً نہ فرعون غرقاب ہوتا !!!  
زبان سے جو کہتا اگسریا محمد

صلی اللہ علیہ وسلم

جھیل حزیں پر نگاہ کسرم ہو  
وہ قطرہ ہے کیجے گھر یا محمد

بول جو میٹھے بول رہا ہوں  
منہ میں مہری کھول رہا ہوں

سچی باتیں بول رہا ہوں  
وقت کی گرہیں کھول رہا ہوں

چاہو تو سولی پہ چڑھا دو  
دائستہ سچ بول رہا ہوں

دور نہیں ہیں چاند ستارے  
اُڑنے کو پر تول رہا ہوں

جب سے اُن سے اسکھ لڑی ہے  
مستی میں ہوں ڈول رہا ہوں

تیسری یاد کی کھڑکی کے پٹ  
دھیرے دھیرے کھول رہا ہوں

میں بھی ہوں سودائی دیکھو!!!!  
اپنے لئے غم مول رہا ہوں

علم و فن کے سیرے موقوفے  
میں بھی جمیل اب رول رہا ہوں

نہ ساتھی بات کرتے ہیں نہ رہبر بات کرتے ہیں  
مسافر سے فقط رستے کے تیور بات کرتے ہیں

متری یادوں سے ہم بھی ایسے اکثر بات کرتے ہیں  
محبت کرنے والے جیسے چھپ کر بات کرتے ہیں

تمہارے سامنے کچھ لول دیں ممکن نہیں ہم سے  
تصور میں مگر ہم تم سے کھل کر بات کرتے ہیں

زباں تو مصلحت بردوش ہے خاموش رہتی ہے  
جو سٹ کر گر پڑیں دھڑ سے وہی سر بات کرتے ہیں

یہ آئینے تو آئینے ہیں ان کی بات بھی کمسنی  
ہمارے ہاتھ آجائیں تو پتھر بات کرتے ہیں

کہا کرتی ہے کیا ان سے خموشی دشت و صحرا کی  
دولوں سے نہ جانے کیا یہ منظر بات کرتے ہیں

زمانہ دیکھتا ہے رشک سے میری طرف ناصح  
میری تشنہ لبی سے جب بھی سفر بات کرتے ہیں

نہیں ہے فرق چھوٹے کا بڑے کا اپنی نظروں میں  
کوئی ملتا ہے ہم سے ہم برابر بات کرتے ہیں

جسٹ اصحاب کربل کی عنایت کا تصدق ہے  
ہماری پیاس کے آگے سمندر بات کرتے ہیں

میں اگر چپ بھی رہوں تو مسئلہ ہو جائے گا  
اور اگر کچھ بھی کہوں تو جانے کیا ہو جائے گا

یہ نہ سمجھا تھا کہ ایسا واقعہ ہو جائے گا  
میرے غم سے یہ زمانہ آشنا ہو جائے گا

لاکھ کوشش آپ کیجئے لاکھ کیجئے احتیاط  
حادثہ ہونا اگر ہے حادثہ ہو جائے گا

میرا دل معصوم بچے کی طرح ہے دوستو  
آپ اسے اپنائیں گے تو آپ کا ہو جائے گا

میرے سینے میں رہیگا دل تو ہو گا گھر تر !!  
تیری راہوں میں اگر رکھوں دیا ہو جائے گا

بس اسی امید پر ہم جی رہے ہیں زندگی  
زندگی تجھ سے کسی دن رابطہ ہو جائیگا

مجھ کو اس کا خوب اندازہ تھا ایک دن آئیگا  
میرا اپنا بھائی بھی دشمن میرا ہو جائے گا

آپ کے حق میں یہ پتھر ہو تو ہو لیکن جمیل  
ہاتھ میں آتے ہی میرے اکلیت ہو جائے گا۔

خود داریوں کو بھول گئے خوار ہو گئے !!!  
ہم خود فریبیوں میں گرفتار ہو گئے

اب کس سے کیجیے شکوہ جفاؤں کا جور سا !  
جتنے تھے غم نواز وہ غم خوار ہو گئے

ہم کو دفا پرستی کا المیہ مل گیا !!  
ٹھہرے ہدف جو ہم تو وہ تلوار ہو گئے !

اٹھے قدم جہاں بھی میرے راہ شوق میں  
کچھ لوگ اٹھ کے راہ کی دیوار ہو گئے !

پڑھنے لگے ہیں لوگ ہیں سر سے پاؤں تک  
ہم سادھی کہیاں رہے اخبار ہو گئے !!

ہم پر بھی اک نگاہِ کرمِ رحمتِ تمام  
ہم اُمتنی دور آپ سے سرکار ہو گئے

اپنوں کے سچ رہ کے بھی ہے اجنبی جمیل  
رشتے ہوئے کہ راہ کی دیوار ہو گئے



یادوں سے تیری زخمِ محبت ہر اُتر رہے  
اچھا ہے میرے سینے سے ہر غم لگا رہے

ہوتا رہے کسی نہ کسی طرح ذکرِ دوست  
میں چپ رہوں تو زخمِ وفا بولتا رہے

آتشِ لبی کو میری نہیں اس سے واسطہ  
ساقی شرابِ نابِ انگر باغستا رہے

کشتِ حیات لٹ بھی گئی ہو تو غم مہیں  
اُلفت کو بانٹنے کا یہی سلسلہ رہے

تم نے جمیلِ خوب کیا مسکرا پڑے  
اخفائے غم کو کچھ تو میاں آسرا رہے

درد کی آگ میں تپنے دے نکھر جانے دے  
شخصیت کو میری کچھ اور سوز جانے دے

غم کا طوفان جو آیا ہے گزر جانے دے  
ابلی جڑھتا ہوا دیا ہے اتر جانے دے

میں بتاؤں گا اُجالوں کی حقیقت کیا ہے  
رات ڈھل جانے دے سورج کو ابھر جانے دے

دل کی توقیر بڑھا دیتا ہے غم اوروں کا !!!  
درد کو غم کو ذرا دل میں اتر جانے دے

ٹوکروں میں رہوں پتھر کی طرح نامسکن  
میں ہوں غم شب و مجھے اُڑنے دے بکھر جانے دے

نور برساتا ہوا چاند نسل آئے گا !!!-!!-!!  
آسمان سے ذرا سورج کو اتر جانے دے

یاد ہے درد ہے غم ہے کہ محبت ہے جمیل  
منتظر کوئی مرا ہے مجھے گھر جانے دے

میرے حق میں یہی بہتر ہے تو بہتر کر دے  
دل میرا موم کا ہے تو اسے پتھر کر دے

میں اکیلا ہوں اندھیروں کے مقابل کیسے  
میرے پیچھے بھی کوئی نور کا شکر کر دے

تو نہ چاہے تو سمندر بھی بھرا پلے نہ پیاس  
تو اگر چاہے تو قطرہ کو سمندر کر دے

عشق کے کھیل میں تو ہار دے دنیا اپنی  
زندگی اپنی محبت پہ بچھا کر دے

جس کے نفوس میں محبت کی فراوانی ہے  
مجھ کو دنیا میں خدا ایسا بخور کر دے

میں بھی تیرا ہوں مجھے دور نہ کر رحمت سے  
جن کو تو چاہتا ہے اُن کے برابر کر دے

جب گھٹن سی ہوتی ہے دلوں کی بستی میں  
دل اڑا کے لے جائے بادلوں کی بستی میں

خاموشی کا پہرہ ہے یاٹلوں کی بستی میں  
لئے کو دل ترستا ہے کوٹلوں کی بستی میں

آپ کو تو دعویٰ تھا اپنی ہوشمندی کا !!!  
آپ کیسے در آئے پاٹلوں کی بستی میں

یہ سکوت بو جھل سا دل یہ بو جھل لگتا ہے  
جاکے گھر بسا لیں اب زلزلوں کی بستی میں

دن کی وحشتیں کیا ہیں یو جھئے اسی دل سے  
جس نے رات کا بیٹھا انچلوں کی بستی میں

بچ کے زور لوقاں سے لڑکے تیز دھاروں سے  
آخر شش پلٹا ہے ساحلوں کی بستی میں !!!

بلے کیا غضب ہے یہ کیسا دور آیا ہے  
راج ہے اندھیروں کا شعلوں کی بستی میں

دن تو خیر جیسے کچھ ریگ زار میں گذرا !!!  
رات سر پہ آتی ہے قاتلوں کی بستی میں

یہ ہوا تو شہروں میں آگ سی لگاتی ہے  
چل جیسک بس جائیں جنگلوں کی بستی میں

خود کو جمیل سامنے لانا پڑا مجھے !  
غدار کون ہے یہ بتانا پڑا مجھے

کیا ہو رہا ہے آج اہنسا کے دیس میں  
خونخورد کھا کے خود کو چھپانا پڑا مجھے

پتھر اڈ پر طرف سے تھا مجھ ناخوان پر  
پتھر کے پیچھے خود کو چھپانا پڑا مجھے

بارود ہی کے ڈھیر پیٹھے ہیں ہم بھی  
یہ بات آج سب کو بتانا پڑا مجھے !

مجھ کو بنانے مجھ کو حملانے کے واسطے  
خود کو بنانا خود کو حملانا پڑا مجھے !

دانشوروں کے سج میں میں جب سے آگیا  
دیوانگی کو اپنی چھپانا پڑا مجھے !!!

رکھنا تھا دوستی کا بھرم دوستوں کا دل  
الزام سب کے سر پہ اٹھانا پڑا مجھے

سب ہنس رہے تھے دیکھ کے چہرہ مرا جمیل  
ایک نہ دوستوں کو دکھانا پڑا مجھے

سہارے ٹوٹ گئے مجھے کسی میں خواب ہوا۔!  
یہ حادثہ بھی میری زندگی میں خواب ہوا

ہزار درد ملے اک خوشی کے بدلے میں  
مجھے نفع تو تری دوستی میں خواب ہوا

سمجھ رہے تھے مجھے لوگ رتلہ آوارہ!!  
تمہارا نام لیا بے خودی میں خواب ہوا

حرم میں دیر میں میں نے جسے تلاش کیا  
وہ مل گیا مجھے دل کی نگلی میں خواب ہوا

کوئی نہیں تو دردِ بامِ ہی گواہ رہے  
ہمارا قتل ہوا روشنی میں خواب ہوا

جمیل ورنہ یہ جینا وبال ہو جاتا!۔!  
میں خود کو بھول گیا شاعری میں خواب ہوا

کوک کھل کی جب سنی ہو گے  
دل میں اک ہنوک سی اٹھی ہو گے

میں جلوں چاہے جس جگہ بھی جلوں  
آس کے کمرے میں رشتی ہو گے

میری دستک یہ گھر کی تنہائی  
بڑھ کے دروازہ کھولتی ہو گے

ہونٹ اس نے تو سی لئے ہونگے  
میری تصویر بولتی ہو گے

دشمنی لاکے جس جگہ چھوڑے  
اک قدم بڑھئے دوستی ہو گے

زندگی کی تلاش میں میں ہوں  
زندگی مجھ کو ڈھونڈتی ہو گے

اُن کے حصے میں سارے مٹے خانے  
میرے حصے میں تشنگی ہو گے

نام سن کر جمیل کا بولے  
اسکی حالت بہت بری ہو گے

میسرے اندر بھی کوئی اس طرح اچھیل چکا ہے  
کہ جیسے پرکٹے کوئی پرندہ پھڑ پھڑاتا ہے

نہ جانے دیکھا ہے اور کیا کیا چشم حسیراں کو  
نہ جانے اور کتنے رنگ یہ عالم دکھاتا ہے

محبت کا کرم ہے اُس جگہ میں آج پیغا ہوں  
جہاں سب ہوش کھو دیتے ہیں مجھ کو ہوش آتا ہے

یہ راہِ عشق و اُلفت ہے یہاں کی ریت ہے ایسی  
جسے ہم یاد رکھتے ہیں وہ ہم کو بھول جاتا ہے

ہمیں تو درد و غم راس آگئے ہیں ہم بہت خوش ہیں  
وہ کوئی اور ہوں گے جن کو کوئی غم سناتا ہے

کوئی اپنا نظر آتا نہیں ہے آج اپنیوں میں  
کوئی نظریں چسراتا ہے کوئی دامن بچاتا ہے

اگر پتھر ہے وہ تو لے جمیل اُس سے یہ کہہ دیجے  
مرا دست ہنر پتھر کو آئینہ بناتا ہے !!!!!!



میرے اطراف کستی تیرگی ہے  
میری آنکھوں میں لیکن روشنی ہے

میرے اوپر سکون کی تہہ جمی ہے  
میرے اندر سگر اک کھلبلی ہے

میرے کمرے میں کون آیا اتر کر  
میرے انگن میں بکھری چاندنی ہے

نہیں وہ اور کوئی میں ہوں بھائی  
جو بے گھر ہے شہر میں اجنبی ہے

مجھے لے چل کہیں بادل اڑا کر  
گھسن ہے شہر میں آلودگے چھ سے

ستم سہنا اور اس پر تاز کرنا  
اسی کا نام شاید عاشقی ہے

کسے پہچان کر اپنا کہہ دو گے  
یہ دنیا تر سے پاتک دورخی ہے

نہ دو اس کو خرد کا نام لو گوا  
میری دیوانگی کے دیوانگے ہے

جھیل پار سا آنکھوں میں تیری  
کوئی معصوم صورت بس گئی ہے

توقیر فرشتوں کی اگر اپنی جگہ ہے  
مسجودِ ملائکہ یہ بشر اپنی جگہ ہے

تم مہر و مروت کی فہنا لا کھ بناؤ  
ہمسائے کسے ہمسائے کا ذرا اپنی جگہ ہے

وس گھولتی رہتی ہے زباں ٹھیک ہے لیکن  
دزدیدہ نگاہی کا اثر اپنی جگہ ہے

اک دل کہ بہل کر بھی پہلنے نہیں پاتا  
اک درد بالفاظِ دیگر اپنی جگہ ہے

منزل پہ پہنچنے کی خوشی خوب ہے پھر بھی  
چہرے پہ قہمی نگہِ سفر اپنی جگہ ہے

سوچیں بھی تھکا دیتی ہیں انسان کو اکثر  
احساس کی دنیا کا سفر اپنی جگہ ہے

ڈھانا ہی اگر تھا جو جمیل اور بھی گھر تھے  
معلوم تھا اللہ کا گھر اپنی جگہ ہے

جب تک غم سے چور نہیں تھا  
میں اتنا مشہور نہیں تھا!!!

آپ ہی نے نزدیک نہ جاتا  
آپ سے میں تو دور نہیں تھا

بھولنے والے تجھ کو بھلا نا  
دل کو یہ منظور نہیں تھا!

دستا اپنی شان کے لائقے  
مالک تھا مجبور نہیں تھا!

باقہ بڑھا کر تھام ہی لیتے  
دامن میرا دور نہیں تھا!

جکے خواب ان آنکھوں میں بھی  
آنکھیں جن میں نور نہیں تھا!

لاکھ سفر میں تھا میں پھر بھی  
اپنے گھر سے دور نہیں تھا

جب تک زور تلاطم میں تھا  
ساحل اتنی دور نہیں تھا

آپ جمیل اور دار و رسن تک  
کیا کوئی منصور نہیں تھا!

پر تو تمہارے حسن کا ہے ماہتاب میں  
خوشبو بسی ہوئی ہے تمہاری گلاب میں

اعباب سے وفا کی تمنا فضول ہے  
یہ دل فریب لفظ تو ہو گا کتاب میں

بے چینیوں کی دھوپ میں دن تو گزر گیا  
اب رات بھی کٹے گی فقط اضطراب میں

ہم جی رہے ہیں دیکھے مثل حبابِ رِہاء  
اور کتنی جان ہوتی ہے بھائی حباب میں

لوں لگ رہی ہے زندگی اس دور میں ہمیکل  
جیسے گھری ہوئی ہو مسلسل عذاب میں

مرحلوں پر مرحلے در مرحلے اچھے لگے !!  
ہم سے ملنے جو بھی آئے حادثے اچھے لگے

کب زمانے نے لسانے دس دلوں کی بستیوں  
کب زمانے کو وفا کے سلسلے اچھے لگے !!!!

ہم نے دیکھے ہیں ہزاروں راستے حل کر مگر  
تیسرے دل تنگ جانے والے راستے اچھے لگے

ایک ہم کہ ہم کو اپنی قسرتیں اچھی لگیں  
اور اک تم ہو کہ تم کو فاصلے اچھے لگے

میری راہوں میں وفا کی روشنی بڑھنے لگی  
تیری پلکوں پر ہیں جو روشن دئے اچھے لگے

پیار کی میٹھی محسوس دل کو بڑی اچھی لگی  
دل سے یادوں کے گزرتے قافلے اچھے لگے

گردشِ دوراں نے دیکھا تو کہا ہم سے جھل  
تم کو دیکھا ہے میاں تم تو بڑے اچھے لگے !

ذرا سی بات تھی حالات جو کشیدہ ہوئے  
میں سوچتا رہا احباب کیوں کبیدہ ہوئے

کرم ہے جن پہ کرو بات ایسے لوگوں کی !!!  
ہمارا کیا ہے میاں ہم ستم رسیدہ ہوئے

ہر آدمی ہمیں پڑھتا ہے اس طرح گویا  
نئی کتاب ہوئے ہم نیا جریدہ ہوئے

قصور کوئی نہیں ہے ہمارا اس میں  
شمیم چھوٹی چمن سے تو گل بریدہ ہوئے

اسی خیال سے ہم حال غم نہیں کہتے !  
ہمارے ساتھ اگر تم بھی اب دیدہ ہوئے

جو لفظ سوچے مگر ان سے کہہ سکے نہ کبھی  
غزل ہوئے وہ رباعی ہوئے قصیدہ ہوئے

کسی پہ کیسے یہ الزام آئے گا کہ جمیل  
ہمارے قتل کے خود ہم ہی چشم دیدہ ہوئے

اپنے لب بہرِ دعا کیوں کھولتا کوئی نہیں  
گیا کسی کے دل میں باقی مُدّعا کوئی نہیں

مسنزلوں کی سمت راہی دوسرا کوئی نہیں  
شک ہے راہوں میں میری نقشِ پا کوئی نہیں

سب یہاں جادو بیاں ہیں صاحبِ گفتار ہیں  
سلسلہ خاموشیوں کا توڑتا کوئی نہیں

اک ذرا سی بات پر وہ بدگماں کیا ہو گئے  
لوگ سمجھے جیسے دنیا میں مرا کوئی نہیں

آج ہی کی فکر میں ہے مبتلا ہر آدمی !!  
کل کے بارے میں ذرا بھی سوچتا کوئی نہیں

وہ بجا پیشہ ہیں اُن کو کیا وفا سے واسطہ  
ظالموں سے اس لئے ہمسو گلہ کوئی نہیں

شہر تو پھر شہر ہے اپنی نگلی میں بھی جمیل !!  
مجھ سے میری شخصیت سے آشنا کوئی نہیں

جو میلے کا میرے طوفاں کو بھی اندازہ نہ تھا  
سانس لوٹی تھی فقط میں تو ابھی ڈوبا نہ تھا

کیوں شناسائی کا دعوٰی کر رہی ہے زندگی  
زندگی میں نے تجھے تو غور سے دیکھا نہ تھا

کھسے اپنے آپ کو ہیانتا میں دوستو!  
پتھروں کے درمیان تھا آئینہ دیکھا نہ تھا

آبلہ پائی یہ کہتی تھی سفر دشوار ہے  
حوصلہ کو کیا کہیں گے ہم ابھی لو مانہ تھا

اب یہ تیرا ظرف تو نے تشنگی ہی بخش دی  
دردنہ مٹے خانے میں تیرے ساقیا کیا کیا نہ تھا

کھسے بتلاتے گھوٹی تھا آشنا نہ آشنا!  
ہر کسی کے رخ پر پردہ تھا کہیں چہرہ نہ تھا!

مل کے بھی جیسے کسی سے مل نہ پائے ہم جمیل  
خیریت پوچھی تھی اس نے حالِ دل پوچھا نہ تھا



سب ساتھی ہیں بل دوپل کے  
جانا نہ ہو گا تنہا چل کے

چارہ گروں کے روپ میں اکثر  
قاتل آیا بھیس بدل کے

سلے ساتھ نہیں میرے بھی  
آپ نہ آئیں دھوپ میں چل کے

دن نکلا ہے سب کہتے ہیں  
دیکھ رہا ہوں آنکھیں مل کے

رونے کے آداب یہی ہیں  
دل تکرے ہو آنکھ نہ چیل کے

میں آوارہ اک شہرِ زادہ  
آپ ہیں باسی شیش محل کے

نظم ہمارے جتنے پرے ہیں  
اتنے ہی دل کش شعر غزل کے

نام میرا سن کر وہ بوسلے  
ہم شیدا ہیں اس پاگل کے

خلو میں یا نہ سکا اعتبار یا نہ سکا  
رہ و فائیں جو دو گام چل کے آنے سکا

وہ پاس آنے سکے میں بھی دور جانے سکا  
وہ کر سکے نہ وفا میں جفا نبھانے سکا

وہ جانے دو رخ کا ہو پھولی ہو کہ غنیمت ہو  
کوئی بھی تیرے تبسم کی بات لائے سکا

قسم خدا کی تجھے میں نے بھولنا چاہا  
مگر خدا کی قسم میں تجھے بھولنا نہ سکا !

وہ حال پوچھے تو کچھ ایسے آنکھ بھرائی  
میں ضبط کرتے سکا دردِ دل چھپانے سکا

فنون و فکر کی دہلیز پر جمیل ہے سر  
خیالِ یار مگر دل سے دور جانے سکا

سلوک جس نے کیا مجھ سے مہرباں کی طرح  
مرے وجود کو سمجھا وہ داستان کی طرح

قدم قدم پہ رہ زلیست میں میرا سایہ  
رہا ہے ساتھ میرے گردش جہاں کی طرح

یہ اور بات وہ سمجھے نہیں زباں دل کی  
تھی درمیان ہر اک سانس تر جہاں کی طرح

جلاؤ میرا مکان تم مگر خیال رہے  
جلے نہ شہر نگاراں مرے مکان کی طرح

نصیب دیکھئے نکلا وہ شخص ہی رہ سوزن  
جو کارواں میں رہا میرے کارواں کی طرح

جھیل بھولنے والے کو کیا خبر اس کے  
گزر رہا ہے ہر اک لمحہ امتحاں کی طرح

آواز نئی رکھنا لہجہ بھی نیا رکھنا  
تم طرزِ بیاں اپنا اوروں سے جدا رکھنا

وہ تم کو بلائیں گے بے شرط فقط اتنے سے  
ہر ایک نفس اپنا مصروفِ دعا رکھنا

دل ساتھ نہیں دیتا احباب بھی انجاں ہیں  
ایسے میں کسی سے کیا اُمید وفا رکھنا

اپنا تمہیں سمجھا ہے اس واسطے کہتا ہوں  
تم میری تباہی کے اسباب چھپا رکھنا

کچھ رات ڈھلے سینے آئیں گے جمیل اپنا  
مٹے خانہ کا درِ ساقی تا صبح کھلا رکھنا

خبر کسی انسان پہ اٹھانا نہیں آتا  
 گھر مجھ کو پڑوسی کا جلانا نہیں آتا  
 میں نقش چٹانوں پہ بنا سکتا ہوں لیکن  
 پانی پہ مجھے نقش بنانا نہیں آتا

لوگوں کو شکایت ہے مجھے نوک قلم سے  
 جو سچ ہے اسے جھوٹ بنانا نہیں آتا  
 جو سوئے ہوئے ہیں میں جگا سکتا ہوں بھائی  
 جو جاگتے ہیں ان کو جگانا نہیں آتا

جو میل کے پھر جاش ملا سکتا ہوں انکو  
 دریا کے کناروں کو ملانا نہیں آتا

آئے کوئی جو پریش احوال کو جمیل  
 لوگوں کو مجھے زخم دکھانا نہیں آتا

شمع جب روشن ہوئی جلنے کو پروانے گئے  
 جذبہ عشق و محبت کا صلہ پانے گئے

راز ہائے آگہی اور ریز ہائے عاشقی  
 ہم سے دیوانے ہی فرزاؤں کو سمجھانے گئے

خوگر مہر و وفا بھی کس قدر معصوم ہیں  
 قاتلوں کو اپنے دل کے زخم دکھلانے گئے

اہل دانش اور دیوانے چلے تھے ساتھ ساتھ  
 ”جانبِ مقل گئے تو صرف دیوانے گئے“

زندگی کے مسئلے اشعار کا موضوع بنے  
 آشیانہ برق، بلبل گل کے افسانے گئے

دھوکہ دینے آئے تھے چہرے بدل کر جو حیل  
 لہجہ و آواز سے وہ لوگ پہچانے گئے

وہ نہ آئے و سو سے دل میں جگہ پاتے رہے  
ایک گماں جاتا رہا سو سو گماں آتے رہے

وہ جفا کرتے رہے ظلم و ستم ڈھاتے رہے  
ہم وفا کا عشق و الفت کا صلہ پاتے رہے

دشمنوں کو میں پیام دوستی دیتا رہا  
وہ میری دلیوانگی پر طنز فرماتے رہے

مجھ سے ملنے وہ نہیں آئے مجھے پرواہ نہیں  
میرے خیالوں اور خیالوں میں تو وہ آتے رہے

گا ہے مفہوم محبت، گا ہے مفہوم وفا  
کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہم تو سمجھاتے رہے

ہم چراغوں کی طرح جل کر شب تاریکی میں  
بھولے بھٹکے رہ رہ کر کورہ دکھلاتے رہے

تم نے انجانے میں کھایا ہے فریب دوستی  
ہم تو دالستہ فریب دوستی کھاتے رہے

دیکھئے کس شوق سے ہم درد کے رے جھیل  
سرکمانے قاتلوں کے شہر میں جاتے رہے

گمان و وسوسہ کو دل سے نکال کر دیکھو  
مرے خلوص کو رگ رگ میں ڈھال کر دیکھو

سنبھل گئے تو تمہارے ہی کام آئیں گے  
جو لڑکھڑاتے ہیں ان کو سنبھال کر دیکھو

میں گے تم کو محبت کے قیمتی گوہر  
مرے وجود کے پہلو کھنگال کر دیکھو

میری طرح تمہیں جیسا حرام ہو جائے  
جہاں میں کام کوئی بے مثال کر دیکھو

دل جمیل تو شیشہ ہے ٹوٹ جائیگا  
اگر یقین نہیں تو اچھال کر دیکھو



میں کب سے منتظر ہوں جلس کے یکب چراغ!  
ہے تیرگی بلا کی جلا دیکھ سب چراغ!

اب کیا بتائیں شمع ہفت جب سے ہو گئے  
ہم بھی سنگٹے لگتے ہیں جلتے ہیں جب چراغ

دیکھو ہمارے جلتے کا ہو گا کوئی سبب  
جلتے نہیں جہاں میں کبھی بے سبب چراغ

راہوں کی تیرگی کا نہیں مجھ کو کوئی خوف  
میری نظر میں جلتے ہیں منزل کے سب چراغ

تاریکیوں سے لڑتے رہے رات بھر مگر  
ہوئے کو آئی صبح ہوئے جاں کب چراغ

قالوس الفتوں کے ہوئے اب تو ناگزیر  
آندھی ہے نذر توں کی بھادے گی سب چراغ

راہ وفا میں جلتے نہیں یونہی اپنے آپ  
کرتے ہیں خونِ دل یہ ہمارا طلب چراغ

امید چھوڑنا بھی مناسب نہیں جسمیل  
جلنے خدا جلالتے مرے گھر میں کب چراغ

سمجھتے ہیں سب جمیل جیسے باکمال تھا  
مخلص تھا دوستوں میں بہت بے مثال تھا

اے زندگی میں ساتھ کہاں تک ترے چلا  
حالانکہ تمیرا ساتھ نہایت محال تھا

دل جوئی میری کرتی رہی رات بھر حیات  
شاید مری تباہی کا اسکو ملال تھا

اب آنے والا سال میرا ہوگا بے لقی  
جو تمیرے ہاتھ آنے سرکا پھلا سال تھا

آپس میں نفرتوں کا چلن کیسے چل پڑا  
مل جل گئے بیٹھنا تو بہت نیک فاعل تھا

شادی میں اپنے لال کی خوش تھا دلہن کا باپ  
دلہن کا باپ کس لئے اتنا بڑھال تھا

اک دور الیسا گذرا غم روزگار سے  
اپنی خبر تھی اور نہ تمیرا خیال تھا

احساس کی صلیب تھی یا آپ تھے جمیل  
احساس کی صلیب پر جینا محال تھا

ہم کو گل کی تازگی اچھی لگی۔ !!!  
 دھوپ آگن میں کھلی اچھی لگی

دوستوں کی دوستی کو دیکھ کر  
 دشمنوں کی دشمنی اچھی لگی

دھوپ میں چلنے کی عادت ہے مجھے  
 مجھ کو سر پر دھوپ ہی اچھی لگی

چاہیے میری بے بسی پر ہی سہی  
 مجھ کو تیری ہر خوشی اچھی لگی

جاندا آیا نور برساتا ہوا !!!  
 گھر میں اتری چاندنی اچھی لگی

جو سرائوں کے سفر سے آئے ہیں  
 ان کو یہ سوکھی ندی اچھی لگی

شہر بھر سی بے رخی کو دیکھ کر  
 گاؤں کی وہ سادگی اچھی لگی

موت سے وحشت جمیل اپنی جگہ  
 زندگی بھی کون سی اچھی لگی

لشکر ہے سر پہ ثوف کی تلوار شہر میں  
کیا جانے کون ہیں پس دیوار شہر میں

اب ہر طرح کے ملتے ہیں ہتھیار شہر میں  
اور قتل و غول کا گرم ہے بازار شہر میں

ٹھپ ہے کھیلونے والوں کا بیوہ شہر میں  
بچے بھی مائلنے لگے تلوار شہر میں

لائیں کہاں سے پہلا سامعہ شہر میں  
اب کس کے پاس ہے میاں کردار شہر میں

شرفاء سے اب بھی خالی نہیں ہے کوئی شہر  
ڈھونڈو تو مل ہی جائیں گے دو چار شہر میں

اہل بحال چھپ گئے روپوش ہو گئے  
گدی نشین ہو گئے اشرار شہر میں

تم کو پتہ نہیں نہ سہی ہم سے پوچھئے  
ہم جانتے ہیں کون ہیں غدار شہر میں

ہیں پارہ سارے بھی معصوم و پاک ہیں  
کہنا نہیں کسی کو گھنٹا غار شہر میں

اخلاص، اعتبار و فائز دوستی،  
ہر چیز کے منیں گے خریدار شہر میں

آلودگی، گھٹن و لعفن، کاکیا کریں  
اچھے بھلے بھی لگتے ہیں بیمار شہر میں

ایسے مکاں بھی ہیں کہ نہیں جن کی چھت کہیں  
دروازے ہیں نہ کھڑکی و دیوار شہر میں

قلّت گہرائی اور ملاوٹ کی مارنے  
جینا ہی کر دیا میاں دشوار شہر میں

والپس چلو کہ گاؤں غنیمت ہیں آج بھی  
کیوں آگے ہو رہے ہو یہاں خوار شہر میں

پڑھتا نہیں خریدے کوئی بھی اب جمیل  
پھر بھی نکالتے ہو تم اخبار شہر میں

کچھ کم دیا گیا نہ تو بڑھ کر دیا گیا  
غم تیرا سب کو حسبِ مقدر دیا گیا

اکثر میں جان بوجھ کے کھاتا رہا قریب  
دھوکہ بچے خلوص میں اکثر دیا گیا

شاید تو اذنا تھا تیرے غم سے اسلئے  
اک دل دیا گیا بھی تو چن کر دیا گیا

رکھنا خدا نے دستِ طلب کا میرے پھر  
مجھ کو میری طلب سے بھی بڑھ کر دیا گیا

احساسِ درد کم ہو زیادہ ہو کچھ بھی ہو  
ہر دردِ مرتبہ میں برابر دیا گیا

پہلے تو فردِ جرمِ محبت پر دھی گئے  
پھر ہر کسی کے ہاتھ میں پتھر دیا گیا

رکھنا اسے سنبھال کے ہے قیمتی بہت  
بیٹی تجھے خرید کے شوہر دیا گیا

مجھ کو جسٹس اُن کی غلامی یہ ناز ہے  
جن کو خطابِ ساقی کوثر دیا گیا

سیوں مسیرے دل کا زخم کوئی سوکھتا نہ تھا  
یادوں کا تیری اب تو کہیں سلسلہ نہ تھا

قاتل سے اور قتل کے حالات سے بھی  
واقف تھے لوگ کوئی مسگر بولتا نہ تھا

میری طرف ہی سب کی تھیں نظریں لگی ہوئیں  
اُس نے شہر بھر میں کوئی دیکھتا نہ تھا

دل ٹوٹنے کا غم میں کروں بھی تو کیوں کروں  
دل ٹوٹنا تو کوئی بڑا سانحہ نہ تھا

بے ساختہ جو آنکھ سے آنسو چھلک پڑے  
سکیا تم میں غم چھپانے کا بھی حوصلہ نہ تھا

تقدیر میں پھیرنا تھا مل کر پھیر دھمکے  
دونوں کے بیچ ویسے کوئی مسئلہ نہ تھا

بس اس خیال سے تجھے شرمندگی نہ ہو  
اے زندگی میں تیری طرف دیکھتا نہ تھا

بھرم و فاکا پیار کا اخلاص کا جمیل  
اک تھا تو میں تھا میرے سوا دوسرا نہ تھا

تہ دینا چاہیے وفا کا صلہ نہ دے مجھ کو!  
تو دوست ہے تو فریبِ وقار نہ دے مجھ کو

مجھے بتائیے آخر یہ کیسے ممکن ہے؟  
میں چل پڑوں تو کوئی راستہ نہ دے مجھ کو

میں اپنے آپ کو پیمانے سے ڈرتا ہوں  
خدا کے واسطے تو آئینہ نہ دے مجھ کو

حلا کے خود گو میں تار یکوں سے لڑتا ہوں  
مگر یہ ڈر بھی ہے دقتیا بھانہ دے مجھ کو

اُس ایک غم یہ میں دنیا کو چھوڑ بیٹھا ہوں  
وہ ایک غم جو کوئی فائدہ نہ دے مجھ کو! -

ہزار پہلو سے میں زندگی کو دیکھ چکا!!  
اب اور جینے کی ہرگز دُعا نہ دے مجھ کو!

ترے حضور سزا کاٹ کر ہی آیا ہوں! -  
مرے خدا تو کوئی پھر سزا نہ دے مجھ کو!

میں دھتی میں کئی تجربوں سے گذرا ہوں  
تو دوستی کا کبھی واسطہ نہ دے مجھ کو!

تری نظر سے گردوں کا تو اٹھ نہ پاؤں گا  
جسٹیل اپنی نظر سے گرا نہ دے مجھ کو



روز ملتے ہیں محبت سے کرم سے پیار سے  
ہم نہیں محروم اپنے یار کے دیدار سے

وقت ہی مرہم لگائے تو لگائے ورنہ پھر  
زخم بھرنے سے رہے حالات کی تلوار سے

ایسا لگتا ہے گلی کوچے بھی مقتل بن گئے  
خوں ٹپکتا ہے یہاں ہر سرفرازِ اخبار سے

کیا کریں اسکا کہ حرق حق کوئی سنتا نہ تھا  
چیننے والا بہت چمکا قرارِ دار سے

کیا یہاں سورج پر بھی ظلمت کا قبضہ ہو گیا  
پھوٹتے ہیں کیوں اندھیرے مطلعِ انوار سے

ہم تو ہتھکڑی سے پگھل کر موم ہو جاتے جناب  
آپ گر آواز دیتے دوستی سے پیار سے

میرے ہاتھوں لگ گیا ہے دامن صبر و رضا  
بھگو کیا لینا کسی اقرار سے انکار سے

چند یادیں غمِ ماضی کی بھنگتی رہ گئیں  
چند تصویریں لٹکتی رہ گئیں دیوار سے

ق

آج بھی محفوظ ہیں میری بیاضِ قلب میں  
چند قریبیں ہو نکھی تھیں کسی نے پیار سے

المعد اے قوت بازوئے حیدر المدد  
لڑتے لڑتے تھک نہ جاؤں قوت کی تجوید سے

سر جھکا لہے جہاں پر وقت بھی آ کر جمیل  
میری نسبت ہے اسی در سے اسی سرکار سے

جب اُن کی یاد آئی تو مہکا گئی۔ مجھے  
خوشبو تھی خود جو بکھری تو بکھرائی۔ مجھے

آنکھوں میں آنسوؤں کو چھپائے ہوئے تھیں  
پوچھا جو تم نے حال ہنسی آگئی۔ مجھے

یہ اور بات ہے کہ نظارہ نہ کر سکا  
تیری تلاش اوج پہ پہنچا گئی۔ مجھے

اک لہر تھی اٹھی تھی دُنوں کے واسطے  
وہ لہر ہی کنارے پہ پہنچا گئی۔ مجھے

وہ تیسرگی کہ خود کو میں آمانہ تھا نظر  
بجلی چمک کے اُٹلتے دکھلا گئی۔ مجھے

کچھ دیر غم نے کس مری دلداریاں جیل  
کچھ دیر اُن کی یاد بھی ترپا گئی۔ مجھے

کبھی گرداب اور طوفان دیتے ہیں سہارے بھی  
کبھی کشتی ڈبو دیتے ہیں دریا میں کتنا ہے بھی

سنو رتی ہے جہاں تیری وفا تیری خوشی ہمدم  
بھڑکتے ہیں انہی دل میں ترے غم کے شرابے بھی

زمانہ ہم سے پوچھے قدر اور قیمت اُجالوں کی  
کہے ہیں ہم نے صدیوں تک اندھروں میں گزرا ہے بھی

ہیں تیرے شہر کے منظر لقیماً دید کے قابل  
مگر کچھ گم نہیں ہیں میرے نگاہوں کے نگارے بھی

اُتر جاتا ہے مجھ کو دیکھ کر چڑھتا ہوا دریا !!!  
میری آواز سننے ہی ٹھہر جاتے ہیں تارے بھی

جیل خستہ جاں کب تک کسی کی راہ دیکھو گے  
سحر ہونے کو ہے اب جھللاتے ہیں ستارے بھی

واہو دنگ پیر مری در کوئی !!!  
کاش میرا بھی ہو جو گھر کوئی

راز دل ہم اُسے بستا دیتے  
مل بھی جاتا جو معتبر کوئی

کچھ مدد اے تشنگی بھی تو ہو!  
کھٹکٹا مئے کدے کا در کوئی

زندگی کی اداس راہوں میں !!  
ساتھ رہ سرنہ ہم سفر کوئی

ہم چلے اور چل کے خاک ہوئے  
کاش ہوتی انہیں خبر کوئی

جائے آپ اپنے گھر صاحب  
آپ کا ہو گا منتظر کوئی

دوستوں سے جمیل ڈرتے ہیں  
دشمنوں کا نہیں ہے ڈر کوئی

میری بلندی کا سہرا میرے سر آجائے گا  
آپ کیوں وحشت زدہ ہیں آپ کا کیا جائیگا

زیر کا پیالہ فقط سقراط ہی کا حق نہ تھا  
جو بھی شمع بولے گا اس کو مار ڈالا جائیگا

مجھ کو اندازہ تھا اک دن اپنے ہی گھر میں مجھے  
غیر سمجھا جائیگا بیگانہ سمجھا جائیگا

جرم بھی ثابت ہوا مجرم کو بھی اقرار ہے  
فیصلہ اب کیا کرو گے تم یہ دیکھا جائیگا

یہ تشدد کا جولاوا بہہ رہا ہے ہر طرف  
اب نہ رک پائیگا یہ تو روز بڑھتا جائیگا

قدر و قیمت آدمیت کی بھلا دیکھے گا کون  
آدمی کو تو یہاں پیموں سے تولا جائیگا

پہلے دولت پیار کی سینوں میں بھری جاگئی  
اور اس کے بعد دل کو غم نواز آجائے گا

پیار کی مہر و وفا کی قدر کیا ہوگی جھیل  
پیار کو مہر و وفا کو کھیل سمجھا جائیگا

اٹھان اپنے دوست کا سر سے اٹال دے  
تو اپنی زندگی بھی محبت پہ وار دے

بلکانہ ہو گا غم کہ میرا غم ہے مستقل  
چھوٹی تسلیاں نہ مجھے غم گسار دے

صدیوں سے آرزو ہے کہ اے دوست تو مجھے  
تھوڑا خلوص، تھوڑی وفا تھوڑا پیار دے

جو بات حق کی ہے وہ کہوں سب سے برملا  
اتنا تو حوصلہ مرے پروردگار دے

رکھتا ہے یاس اپنی انا کا تجھے جمیل  
تو چاہے اس کے واسطے دنیا بھی ہار دے

دوست ہیں آپ زلمے کو بتاتا کیسے  
دوستی پر کوئی الزام لگاتا کیسے !-!-!

یاد تیری ہے میرے سینے میں دھڑکن کی طرح  
یاد کو تیری بھلا دل سے بھلاتا کیسے !

جس کی راہوں میں محبت کے دے جلتے ہیں  
وہ اندھیروں کو گلے اپنے لگاتا کیسے !

آنکھ والا کوئی مل جائے تو دیکھے ورنہ  
زخمِ دل کوئی زمانے کو دکھاتا کیسے !!!!!

دل کا کیلے ہیں جلاؤں کا جلانے کو مگر  
روشنی کیلے ہیں گھر کو جلاتا کیسے !

گھر بسنے کی تمنا ہے تو بچوں کی طرح  
ریت کے آج گھر وندے میں بناتا کیسے

اشک آنکھوں میں اُمڈ آئیں تو پھر کوئی جمیل  
حالِ دل پوچھنے والے سے چھپاتا کیسے



یادوں کا ہے سچوم مرے ساتھ ان دنوں !  
 تنہا تہیں رہا میں کسی رات ان دنوں

کیسے نہ اب کہیں بھی کوئی بات ان دنوں  
 بنگرے ہوئے ہیں شہر کے حالات ان دنوں

وہ بات جس پہ میں نے لٹاری تھی زندگی  
 وہ رہ کے یاد آتی ہے وہ بات ان دنوں

خود اپنے آپ پر جنہیں قائلو نہیں رہا ! ! !  
 کرنے چلے ہیں بس میں وہ حالات ان دنوں

اک دور تھا کہ جیت ہمارا نصیب تھی !  
 سوچو کہ ہر طرف سے ہے کیوں مات ان دنوں

تیرا ہی غم نہیں ہے غم روزگار بھی ! ! !  
 ہے ہر قدم جمیل مرے ساتھ ان دنوں

میری وفا کا دیا و قدرت نے صلہ مجھ کو  
چڑھائے سولی پہ اونچا بہت کیا مجھ کو

میں چاہتا ہوں مجھے لوگ آدمی سمجھیں  
مگر یہ لوگ سمجھتے ہیں دیوتا مجھ کو

میں جی رہا ہوں یہاں پتھروں کی بستی میں  
نظر نہ آیا کہیں کوئی آئینہ مجھ کو!!!!

اب اس کے بعد میں اپنا وجود گھوڑوں کا  
ہوائیں چاٹ رہی ہیں ذرا ذرا مجھ کو!

تلواروں سے یہ عاری ہیں بے اثر ہیں سبھی  
تو دے خدا کیلئے اب کوئی دُعا مجھ کو

وہ دن کہ جب میں نظر آؤں خود کو ہی لوٹا  
وہ دن دکھائے نہ ہرگز بھی خدا مجھ کو!

میں تپتی دھوپ میں سحر کی چل رہا ہوں جمیل  
کسی بھی پل نہ ملا کوئی آئینہ مجھ کو!

نقش یادوں کے مرے دل میں ابھارا نہ کرو  
تم مجھے پیار کے لہجے میں پکارا نہ کرو

حوصہ ہے تو بڑھو اور لرز و شعلوں سے  
دور سے جلتے نشیمن کا نظارا نہ کرو

گیسوئے وقت سنوارو تو کوئی بات بھی ہے  
دوستو! گیسوئے محبوب سنوارا نہ کرو

نہ ندگی کاٹ دو تم دھوپ میں خود داری کی  
بھیک کی چھاؤں میں پل بھر بھی گزرا نہ کرو

جھک کے ملنا تو لقا صاف ہے شرافت کا جمیل  
دب کے ملنا کسی قیمت پہ گھوارا نہ کرو

وہ دیکھو جلتا ہوا گھسہ دکھائی دیتا ہے  
سنگے خواب کا منظر دکھائی دیتا ہے

ایمان ملے گی کسے قاتلوں کی بستی میں  
ہر ایک ہاتھ میں خنجر دکھائی دیتا ہے

جو دیکھنا ہے دیتے سے جھانک کر دیکھو  
یہاں سے قتل کا منظر دکھائی دیتا ہے

نہ جانے کس کی نظر لگ گئی ہے نظروں کو  
ہیں اسکو وہ مجھے پتھر دکھائی دیتا ہے

اک اپنی ذات ہی چھپتی نہیں ہے نظروں میں  
وگرنہ ہر کوئی بہتر دکھائی دیتا ہے

اب آئیگی تو بھلا کسے نیند آئیگی  
سربانے در کا لشکر دکھائی دیتا ہے

خوشی ادھوری ہے غم بھی ہیں تشنہ کام جیل  
عجیب اپنا مقدر دکھائی دیتا ہے

ایک گھر میں رہتے ہیں بھائی بھائی ہیں سگن  
اس کا کیا کریں اب ہم دلی اگر نہیں ملتے

بیکراں نضاؤں میں دیکھ کر پرندوں کو  
حوصلہ تو ملتا ہے بال و پر نہیں ملتے

راہِ عشق و الفت میں دوستوں کی محفل میں  
جلاوفا نہیں ملتے - معتبر نہیں ملتے

بے ثمر درختوں کو ہم گرا نہیں دیتے  
ان سے چھاؤں ملتی ہے پھل اگر نہیں ملتے

جھونپڑے ہی تھے لیکن کیا سکون تھا ان میں  
اب تو ڈھونڈنے سے بھی ایسے گھر نہیں ملتے

کیا دوسرا آیا ہے کس قدر ہے تامل کی  
ہر قدم پر رہزن ہیں راہبر نہیں ملتے

نعمتیں ترے در کی جن کو ملتی رہتی ہیں  
تیرے در پہ ملتے ہیں در بدر نہیں ملتے

کون دوست، دشمن ہے آپ سوچ کر ملے  
جب جمیل ملتے ہیں سوچ کر نہیں ملتے

دل کسی اور کا اس طرح نہ ٹوٹا نہ ہوگا!  
ہیں نے سوچا بھی نہ تھا پیار میں ایسا ہوگا!

کیا کریں پڑھ کے کتابِ غمِ اُلفت اے دوست  
کسی مقصود کسی قیس کا قصہ ہوگا!

ان بولتے ہوئے اِلْسائوں سے پہلے ہم کو  
ان بدلتے ہوئے حالات سے اڑنا ہوگا!!

جس لطافت سے میرے زخمِ جگر مہکے ہیں  
اُس لطافت سے کوئی پھول نہ مہکا ہوگا

جس نے اُنٹارے بچھائے بری راہوں میں جھیل  
وہ کوئی عنبر نہ ہوگا مرا اپنا ہوگا

رُخ بدل کر رکھ دیا حالاتِ تہ بہیر کا!  
سامنے آیا میرے نکھا میری تقدیر کا!

درد سے مانوس ہو کر مانگتا ہوں یہ دعا  
سلسلہ بڑھتا ہی جائے درد کی زنجیر کا!!

ماٹل تحریکِ کاری برق ہے تو غصہ کسے  
میرے دل میں موجزن ہے حوصلہ تعمیر کا

شعر لکھواتی ہے بن کر مرکزِ فکر و نظر  
عکس ہے ہر شعر میرا آپ کی تصویر کا!

سن چکا ہوں کھوکھلے الفاظِ کچھ اتنے جمیل  
اب اثر ہوتا نہیں مجھ پر کسی تقریر کا!!!

سفر کا شوق اگر ہے تو ہم سفر لے جا  
تو اپنے پاؤں میں باندھے ہوئے بھنور لے جا

صحن میں اپنے لگا میری آبیاری کر !  
میں سایہ دار شجر ہوں مجھے تو گھر لے جا

وفا تو جنس کی صورت میں بک رہی ہے یہاں  
اگر تجھے ہے ضرورت خرید کر لے جا

میں اس مادی کا اثاثہ ہوں قیمتی ہوں بہت  
مجھے سنبھال کے رکھنا ہے مگر تو گھر لے جا

میں تیرے ساتھ تو چلتا ہوں بے جھوک لیکن  
نے جانا مجھ کو اگر ہے تو سوچ کر لے جا

کہا ہے ڈوبتے تاروں نے مجھ سے آخر شب  
اندھیری رات گزاری ہے اب سحر لے جا

جمیل شکر کے سانچے میں ڈھالنے کیلئے  
نیا خیال 'نئی نکر' اور نظر لے جا



میری آنکھوں کی نمی لب کی ہنسی بن جائیے  
درد و غم بنے میرے میری خوشی بن جائیے

تم ہو میرے دل کی دھڑکن میری آہوں کا اثر  
زندگی سمجھا ہے تم کو زندگی بن جائیے

لوگ صدیوں میں چمکتے ہیں ستاروں کی طرح  
کچھ کچھ کام ایسے خود صدی بن جائیے

ایسا دیامت بنو لے جائے جو سب کچھ بہا  
پیاس جیت سے بچھ سکے ایسی ندی بن جائیے

اس سے بہتر ہے کسی کی راہ کا پتھر بنیں  
آپ سے ممکن اگر ہو آدمی بن جائیے

رہ روان شوق کی راہوں کو جسکانے جمیل  
اٹھئے سورج کی طرح اور روشنی بن جائیے

ابھی قریب کی راہوں میں گم ہیں دیوانے  
ہے اعتبار کی مستزاد تھاں خدا جاتے

نہ انجمن نہ وہ سلاقی ستہ مٹے نہ میسختانے  
وہ ظلم بارہ کشتی کیا ہوا خدا جاتے

بھلا سکے تو بھلا دے تجھے قسم ہے درری  
تجھے تو صدیاں لگیں گی تجھے بھلا پاتے

اس انقلاب نے مایوس کر دیا بھی تو کیا  
نہیں ہے دیر کوئی تازہ انقلاب آنے

میرا قلم تو حقیقت نگار ہے لوگو! -  
یہ بات اور ہے بدتے ہیں اس کے افسانے

جمیل پیار کا غم سب غموں پہ بھاری ہے  
مگر یہ بات سمجھ پائیں گے نہ فسرانے

بیٹھانہ چین سے کبھی دم نہ گھڑ عجیب تھا  
دل درد غم کا ظلم کا تو گھر عجیب تھا

دیواریں سنتی رہتی تھیں ہر بات ہر گھڑی  
اور سن کے بول دیتا تھا وہ در عجیب تھا

کچھ ہوا تھا قتل سرا کیا بتاؤں میں  
کچھ بھی رہا نہ یاد وہ منظر عجیب تھا

آتا تھا روز ملنے بڑی دور سے مگر  
ملتا نہ تھا کبھی بھی وہ کھل کر عجیب تھا

سب میرے اپنے تھے پہ مجھے جانتے نہ تھے  
جس گھر قیام تھا مرا وہ گھر عجیب تھا

دو لیل سن کے پیار کے جھکتا تھا دل مگر  
جھکتا نہ تھا کہیں بھی مرا سر عجیب تھا

اک پھول بھی نہ کھل سکا تقدیر دیکھئے  
پہ لگن ہمارے گھر کا بھی بنجر عجیب تھا

حاصل نہ کچھ زمانے سے ہم نے کیا جمیل  
تدبیر الٹی تھی یا مقدر عجیب تھا

اگر کسی سے محبت پہ گفتگو ہو گے  
ترے غیاب میں کیوں تیرے روبرو ہو گے

کبھی تو آرزو برائے گی میرے دل کی  
کبھی تو گردشِ ایسا روبرو ہو گے

مجھے تلاش کرو اپنے دل کی دھڑکن میں  
میرے وجود میں کیا میری جستجو ہو گے

میری حیات میرے دل کا خون پی پی کر  
جہاں عشق و محبت میں سُرخرو ہو گے

غموں کی درد کی، چاہت کی یا مسرت کی  
جھیلِ دل میں کسی کی تو آرزو ہو گے

خطاؤں سے توبہ کئے جا رہے ہیں  
ندامت کے آنسو پئے جا رہے ہیں

دفا کر رہے یا جفا یہ سنہ پوچھو  
جو کرنا ہے اُن کو کئے جا رہے ہیں

یہ زہر اب غم ہے کہ امت ہے کیا ہے  
دیا جا رہا ہے پئے جا رہے ہیں

بھلا لے کے کیا جانے دنیا سے لوگو  
یہ اپنا سامنہ ہم لئے جا رہے ہیں

لو ٹھکرا کے ساغر کو میٹا کو مٹے کو!  
نگاہوں سے اُن کی پئے جا رہے ہیں

حیات دور روزہ میں رکھا ہی کیا ہے  
کہ جلینا ہے جب تک چئے جا رہے ہیں

جمیل حسیں آج فرصت سے بیٹھے  
جو صد چاک دل پہ سئے جا رہے ہیں

کیسا سفر کہاں کا سفر لوٹ جاؤ تم !!!  
ہر سوج میں پھنسا ہے بھنور لوٹ جاؤ تم

تم نے ستار و ساتھ برارات بھر دیا  
اب پھوٹا ہے نورِ سحر لوٹ جاؤ تم

امید و آرزو میں وفاؤں میں پیار میں  
کرنا پڑے گا خونِ جگر لوٹ جاؤ تم

بستی میں قاتلوں کی کہاں پاؤ گے امان  
اچھا یہی ہے بھائی اگر لوٹ جاؤ تم

حسرت سے چاند تارے تمہیں دیکھنے لگے  
لگ جائے نہ کسی کی نظر لوٹ جاؤ تم

اس پر فریبِ شہر میں سچ کہنے سے حاصل  
بہتر ہے جیلِ کدِ گھر لوٹ جاؤ تم

تمہارا پیار تمہارے وفا جو حاصل ہے  
 اسکی لئے تو یہ دل اب بھی تم پر مسائل ہے

تمہارا پیار میری زندگی کا سرِ مایہ  
 تمہاری یاد میری زندگی کا حاصل ہے

زمانہ جانتا ہے یہ کہ تم ہو دوست میرے  
 وہ کوئی اور ہی ہو گا جو میرا قاتل ہے

میری سعی بھی نہیں میری کامیابی میں  
 ترا خیالی تری جستجو بھی بشارت مل ہے

زمانہ کہتا ہے کہہ لے مگر یہ تم نہ کہو  
 مجھے خلوص میرے دوستوں کا حاصل ہے

نہ وقت سچ میں حائل نہ گردشِ دوداں  
 جمیل کون ہے جو اپنے سچ حائل ہے

جس کو دنیا یہ سمجھتی ہے محبت میری  
ادر کیا ہوگی الگ اس سے عبادت میری

تو بھی اک عذیرے در پہ صدا دیکھا ضرور  
مجھ کو اے دقت بھی ہوگی ضرورت میری

جانے کب تک یہ زمانہ مجھے ٹھکائے گا  
جانے کب تک نہ عیاں ہوگی حقیقت میری

تم ذرا پر تھو کہ تو دیکھو میرے اشعار کبھی  
حرف در حرف ابھرائے گی چاہت میری

تیرا دیوانہ ہوں سودا ہوں شیدا ہوں  
تیرے در تک مجھے لائی ہے محبت میری

فلکیت رہیں مشعل کی طرح جلتا ہوں  
ہے یقین مجھ کو چلے گی یہ روایت میری

تیرے قربان جمیل حزیں آئے اور دنیاں  
تیری الفت سے زلزلے ہیں ہے شہرت میری



چاہے گا مجھ سے ملتا ترچیل کر بھی آئے گا!  
وہ میرا دوست ہے تو میرے گھر بھی آئے گا!

بے درد محبت کا رہیگا میرا گھر بھر  
السنوام ہے وفائی میرے گھر بھی آئے گا!

ظلمات کدوؤں کو دہر کے دیجے مرا پیغام  
ہمراہ میرے ٹوٹا کشتہ بھی آئے گا!!

غفل میں سا قیا تری تشنہ لبی لئے  
آیا جو ایک بار مکرر بھی آئے گا!!!

اک وہ ہی آئے گا نہیں گھر میں میرے حمل  
ہمراہ اس کے اس کا مقدر بھی آئے گا!!

مصلحت کی چادر یہ کون اوڑھے آیا ہے  
آپ غور سے دیکھیں آپ ہی کا سایہ ہے

خضر راہ کا احساں ہم نہیں اٹھائیں گے  
ہم کو شوقِ منزل نے راستہ دکھایا ہے

ایسا دل جھلا کر ہم کتنے مطمئن سے ہیں  
اور کوئی ہو گا وہ جس نے گھر جھلایا ہے

آپ کیا سمجھتے ہیں دردِ دل کی عظمت کو؟  
زخیم جب چٹکتے ہیں تب سکون پایا ہے

سب رہا ہوں میں تنہا دردِ غم کی راہوں میں  
ہر قدم پہ تیرا غم میرے ساتھ آیا ہے

داستانِ غم میری سن کے تیری محفل میں  
کس کی آنکھ بھرائی کون مسکرایا ہے

اپنی اپنی محفل کی تیرگی مٹانے کو !!!  
شمع اُس نے روشن کی ہم نے دل جھلایا ہے

بارگاہ میں تیری عجز و انکساری سے  
لوگ سر جھکاتے ہیں ہم نے دل جھکایا ہے

مئے کدے کے روز و شب کیا جمیل سے پوچھیں  
لشہِ کام پہنچا تھا لشہِ کام آیا ہے

کون دار تک پہنچا کون زیرِ دھام آیا  
میرے بعد اُلقت میں اور کون سلام آیا

میں تو تیری محفل سے اُٹھ کر تشہ کا آیا  
لوگ یہ سمجھتے ہیں میرے ہاتھوں پر سلام آیا

ترندگی کے راہی کو موت کا پیام آیا  
رات کے مسافر کو صبح کا سلام آیا

جب بھی تیری یاد آئی دل جھکے جھک اُٹھا  
جب بھی پھول کو دیکھا لب پہ تیرا نام آیا

میں نے دس قدم بڑھ کر ماتھا اُس کے خلع میں  
غم نواز نے کوئی جب بھی ایک سلام آیا !!

تھا جمیل عجب قصہ رابطہ دل کا اُلقت میں  
نامہ بر نہیں آیا نامہ و پیام آیا

بڑ گئے تالے لبِ اظہار پر !!  
زندگی لے آئی کس دھیار پر !

خون چھڑکا ہے گلوں پر خسار پر  
حق مگر اپنا نہیں گنزار پر

دیکھتا ہے مڑ کے ہر اک راہ کرو  
جانے کیا تحریک ہے دیوار پر

بات دل کی میں کہوں گا برمسلا !  
قتل کر دو یا چڑھا دو دار پر

فرد کی خوبی پر نہیں جس کی نظر  
ظن کرتا ہے وہی قتل کا لہر !!

میری آنکھیں دیکھتی ہیں یہ جمیل  
چھار ہی ہے تیرگی اسوار پر !

دل کو شعور ذات لٹانے نہیں دیتا  
یعنی قریب آرزو کھلنے نہیں دیتا

پتھر اگر بنو گئے تو ٹھوکر ہی ملے گی  
پتھر کو کوئی اُمید نہ جانے نہیں دیتا

ہر سمت اُبلتا ہے جو نفرت کا جواز!  
وہ بھول محبت کے کھلانے نہیں دیتا

یہ میری انا ہے یا میرا ظرف ہے کیا ہے  
جو زخم محبت کے دکھلانے نہیں دیتا

اے دوست ترا پیارے تری یاد ترا غم  
دُنیا سے تری لوٹ کے جانے نہیں دیتا

پل بھر کیلئے تجھ کو بھلانے کا تصور  
پل بھر کیلئے تجھ کو بھلانے نہیں دیتا

خود اپنی بے ثباتی کا احساس ہی جمیل  
مٹی کے گھر وندے بھی بنانے نہیں دیتا

وقت کا ہے یہی دستور تمہیں کیا معلوم  
 زخم بن جاتے ہیں ناسور تمہیں کیا معلوم

دار پر کیوں چڑھتے متصور تمہیں کیا معلوم  
 قاضی تو وقت تھا مجبور تمہیں کیا معلوم

تم سمجھتے ہو کہ میں دور بہت ہوں تم سے  
 تم میرے دل میں یہو توڑ تمہیں کیا معلوم

خود کی پہچان بھی جس دور میں مشعل ٹھہرے  
 ہم ہیں اس دور میں مشہور تمہیں کیا معلوم

شب کی تنہائی میں جب کوئی بھی محرم نہ ملے  
 درد ہو جاتا ہے کافور تمہیں کیا معلوم

منصف وقت ہو یا شاعر وقتاً دو ارب  
 ہیں قلم کے سبھی مزدور تمہیں کیا معلوم

ایک مٹی ہی پہ موقوف نہیں تھا اب بھی!  
 ایک بلچل ہے پس طور تمہیں کیا معلوم

دوشنی دھونڈتے ہیں شہر تلک آہنیچا  
 رہ گیا گاؤں بہت دود تمہیں کیا معلوم

کون آیا ہے ہیں ساتھ لئے جانے جمیل  
 اگیا چہرے پہ کیوں لوز تمہیں کیا معلوم

نہ اس کا ہے مجھ پر سزا زندگی پر !!!  
 پھر دوسرے نہیں ہے کسی کا کسی پر !!!!!

جو ساغر کجف ہیں تری انجمن میں  
 وہی ہنس رہے ہیں تری تشنگی پر

مجھے اس قدر تجربے ہو رہے ہیں  
 میں کچھ لکھ نہ بیٹھوں کہیں دوستی پر

قریب غم دوستی دینے والے !-!-!  
 ”ہنسی آ رہی ہے تری سادگی پر“ !

تمہیں ہوشمندی کا دعویٰ مبارک  
 مجھے ناز ہے اپنی دیوانگی پر !!-!

شنا سائوں سے جس نے کھائے ہیں چوکلے  
 وہ کیسے بھروسہ کرے اجنبی پر

اُٹھانے کو غم دل نواز اگسیا ہے  
 محبت بھی نازل ہوئی آدمی پر !

اندھیروں یہ اب مرثیے لکھنا کیسا  
 قصیدے لکھو اونہنی روشنی پر !

جسمیل حزیں تم بھی اپنے پہ ہنس لو  
 تبھی ہنس رہے ہیں کسی نہ کسی پر

انکر سمجھتے نہیں اپنا تم حبیب مجھے  
خدا کے واسطے سمجھو نہ پھر رقیب مجھے

وفا پرستی کا الزام جب سے آیا ہے  
ہر ایک سمت نظر آتے ہیں صلیب مجھے

میں بند مٹھی کا اپنی بھرم نبھاتا ہوں  
کوئی بھی شخص سمجھتا نہیں غریب مجھے

بلند لوں یہ لگا ہیں جمائے بیٹھا ہوں  
دکھائی دیتا نہیں اب کوئی ترید مجھے

جمل صرف محبت کا ذکر ہی کیا ہے  
ہر ایک درد زمانے کا ہے لہیب مجھے



یہ بات جانتے ہیں سب میرے وطن والے  
یہاں تو خالہ ہی کیا گل بھی ہیں چھن والے

پھر انقلاب کے آثار آ رہے ہیں نظر  
پھر انقلاب سے گزریں گے اس وطن والے

بنام فصل بہاراں خزاں مسلط ہے  
مگر یہ بات سمجھتے نہیں چمن والے

وہاں تو وقت کے ماتھے پہ تیوریاں ہیں مگر  
یہاں سکون سے بیٹھے ہیں انجمن والے

تراخیاں ہی لفظوں میں دھل کے شعر بنا  
ترے خیال سے غافل تھے کب سخن والے

کہ جتنا چاہے لہو چوسے دلہے والو!   
ترباں سے آف نہ کریں گے کبھی دلہن والے

تمہارے لہجے کا یہ بانگین بتاتا ہے  
جمیل تم ہو میاں واقعی دکن والے

گھر میں بیٹھے ہو تو باہر کی طرف مت دیکھو  
گھر سے نکلے ہو تو پھر گھر کی طرف مت دیکھو

زندہ رہنا ہے تو گھبراؤ نہ پھر مرنے سے  
سرکٹانا ہے تو خنجر کی طرف مت دیکھو

جیتنا ہے تمہیں حالات کی یورش سے اگر  
مٹنے کے ہارے ہوئے لشکر کی طرف دیکھو

اپنی نظروں کو لگائے رکھو منزل کی طرف  
راستے کے کسی پتھر کی طرف مت دیکھو

خود تراشو نئے پکرنے اہنام جمیل  
کسی مورت کسی آذر کی طرف مت دیکھو

اب جس چپ ہے کارواری چپ سے  
منزلوں کا ہر اک نشان چپ سے

اک طرف خون، اک طرف ٹھنڈ  
وقت دونوں کے درمیاں چپ ہے

کچھ کہی ان کہی نہیں، کہتا انا-ا-ا-  
بات کھپا ہے کہ لڑائی چپ ہے

کیسا یہاں غم جب لا نہیں کرتے  
شام غم کس لئے سیاں چپ ہے

وہ مراحل سن کے کیوں آغوش  
مشکل لقمہ دیر لگو بڑاں چپ ہے

دیکھ کر کس کی شوخی رقتار  
برقی ساکت ہے اک سماں چپ ہے

یوں ہی اک چھپ رٹ ہے میری اُن سے  
اُن کو مقصودِ امتحان چپ ہے

بچے چپ چاپ سن رہے ہیں انہیں  
باپ خاموش ہے نہ ماں چپ ہے

موت صدیوں سے چھپتی ہے جمیل  
زیست لمحوں کے درمیاں چپ ہے

دولت کے آگے سو رہا سالار بک گئے  
تلوار رکھ کے صاحبِ تلوار بک گئے

سب ہی تو راہِ عشق میں بکتے ہیں جناب  
دو چار ہی کو بکنا تھا دو چار بک گئے

کم طرف تیرے بکنے کا مجھ کو نہیں ہے غم  
غم ہے تو یہ کہ صاحبِ کردار بک گئے

فن کو کسی سے پوچھا نہیں بھائی اس لئے  
مجبور ہو کے آخر کے قتلکار بک گئے

رو کا انا نہ بکتے سے ہم کو مگر جیل  
بکنا تھا جن کو وہ سر بازار بک گئے

جب بھی وہ چاہے برا کرنا سکتے رہے  
جس قدر ہم سے ہوا ہے ہم بھلا کر رہے

اس طرح جیتے رہے دنیا میں تیری اے خدا  
زندگی بھر فتنہ کی کا حق ادا کرتے رہے

گزر نہیں آئے دُعاؤں میں اثر تو کیا کریں  
ہم دعا کرتے تو روز و شب بھلا کرتے رہے

رات سوتے تھے تری یادوں کی چادر اوڑھ کر  
یاد تجھ کو دن نکلنے ہی کیا کرتے رہے

سمیائیں اسکا کہ دل سے دل ابھی ملتے نہ تھے  
رسم ملنے کی نبھانی تھی مسلا کرتے رہے

تیری محفل میں اُجالا ہوا ہی منظور تھا  
شمع جب جب بجھ گئی ہم خود جلا کرتے رہے

اس لئے بھی گاؤں میں عزت ہماری ہے جمیل  
ہم پرانے غم کو اپنا غم کہا کرتے رہے

کون کہتا ہے محبت ہر کسی کے ساتھ ہے  
تیرے غم کے ساتھ ہے تیری خوشی کے ساتھ ہے

درد و غم کرب و بلا اہل سوتھنا جستجو  
زندگی کی ہر امانت زندگی کے ساتھ ہے

اگہی کے ساتھ تھے اب تک تو کیا حال ہوا  
ساتھ اس کے ہوئے جو بے خودی کے ساتھ ہے

المیہ ہے یہ بھی میری زندگی کا دوستو  
میں کسی کے ساتھ ہوں اور دل کسی کے ساتھ ہے

کون تیرے غم میں روئے گا جمیل تشنہ کام  
ہر کسی کا اپنا رونا ہر کسی کے ساتھ ہے

# المیہ



کوئی تو آئے گا  
مجھ کو سمیٹے گا اور مجھ کو بند کر دے گا  
میرے ہی خول کے اندر

میری سانس جو میرے اپنے اندر سے نکلتی ہیں  
مجھے بھی ساتھ لے جاتی ہیں باہر  
ہواؤں اور خلاؤں میں  
گلی کے موڑ پر  
چوراپے کے چاروں ہی راستوں پر  
بکھر جاتا ہوں میں ہر سمت  
کھو جاتا ہوں راستوں میں  
میں خالی خواہ ہو جاتا ہوں باقی کچھ نہیں رہتا  
یہی ہے المیہ میرا

کوئی تو آئے گا  
مجھ کو سمیٹے گا اور مجھ کو بند کر دے گا  
میرے ہی خول کے اندر

میں اپنے آپ میں گھٹ کر کہیں مر تو نہ جاؤں گا  
یہی تو سوچ رہی ہے مجھے اکثر  
سمیٹنے کا غمسل بہتر ہے یا میرے بکھرنے کا  
ذرا تم بھی تو سوچو

# سمندر اور میں

میں نے دیکھا ہے سمندر کو سمندر بن کر  
وہ میرے من کی طرح اَجلا نظر آیا ہے  
فکرو احساس سے بھی گہرا نظر آیا ہے  
میرے سینے کی طرح جوڑا نظر آیا ہے  
میرے جذلوں کی طرح اچھا نظر آیا ہے

اُس کے سینے میں کئی راز چھپے دیکھے ہیں  
اُس کے ہونٹوں پہ بھی ایک گیت ہے ہلکا ہلکا  
اُس کی آنکھوں میں بہت نور بہت تیزی ہے  
اُس نے بھی دیکھا ہے میری ہی طرح دنیا کو  
میں بھی چپ چاپ ہوں اور وہ بھی تو کچھ کہتا نہیں  
اس کے بھی پاؤں میرے پاؤں سے ہیں تھکتے نہیں  
ہر طرف گھومتے رہتے ہیں بھٹکتے ہی نہیں  
میں نے دیکھا ہے سمندر کو سمندر بن کر



تم اگر دیکھو سمندر کو سمندر ہو جاؤ  
 اس کے جذبوں کی کسک تم کو دکھائی دے گی  
 دل دھڑکنے کی صدا تم کو سنائی دے گی  
 اُس کے ہونٹوں کا ترنم بھی سنائی دے گا  
 اس کے سینے کا تلاطم بھی دکھائی دے گا  
 اور تم خود کو سمندر سا وسیع پاؤ گے

میں نے دیکھا ہے سمندر کو سمندر بن کر  
 مجھ میں اب کتنی ہے گہرائی تمہیں کیا معلوم  
 میرے جذبے بھی سمندر کی طرح ہیں معصوم  
 ایسا لگتا ہے کہ ہم دونوں الگ ہیں ہی نہیں  
 بحرے یا یاں اگر وہ ہے تو میرا یہ شرف  
 وسعت کون و مکان میرے بھی افکار میں ہے  
 اور وہ میری طرح آدمی بے چارہ ہے

میں نے دیکھا ہے سمندر کو سمندر بن کر

# تمہارا نام

بہت حسین ہے سورج  
تمہارے عارض سا  
شوق کے رنگ میں نکھرا ہوا  
کنارے شام کے  
یہ لیٹنے کو آیا ہے  
حسین گورد میں موجوں کی  
مسکراتا ہوا  
ہوا کے ساز پہ ہولے سے گنگنا تا ہوا

بہت حسین ہے سمندر  
تمہاری بانہوں سا  
بھرتے موجیں  
ہواؤں سے جیسے لڑتے ہیں  
کنارے آگے جویوں اپنا سر پیش کرتے ہیں

میں چاہتا ہوں  
سمندر بنوں میں نکھرا ہوا  
میری بھی گود میں  
موجیں اٹھیں پھرتے ہوئے  
میری بھی گود میں سورج کوئی سما جائے

بہت حسین ہے سمندر  
بہت حسین ہے سورج  
بہت حسین ہے شام  
یہ شام نکھری ہوئی ہے

یہ شعلہ شعلہ سمندر  
یہ موج موج شفق  
یہ سب تمہارا مقام

\*\*\*

# شریک زندگی

## خطاب

اے شریک زندگی تجھ کو خیر مطلق نہیں ہے  
تیرے گھر کی چار دیواری کے باہر کی زمین ہے

حادثوں کا اور طوفانوں کا گہوارہ ہے یہ  
جو مسلسل خوفِ گردش ہے وہ سیارہ ہے یہ

اس جگہ ہر آدمی ہے اپنے مطلب کا غلام  
اس جگہ نیلام ہوتی ہے محبتِ مع و شام

اس جگہ سنے کو ملتا ہی نہیں جسا و وفا  
اس جگہ رسماً لیا کرتے ہیں سب نامِ وفا

اس جگہ ہے نامِ لیوا جستجوئے روزگار  
اس جگہ سنتا نہیں کوئی غریبوں کی ہلکار

اس جگہ ہیں راحتیں سرمایہ داروں کیلئے  
ہر مصیبت وقف ہے قسمت کے ماروں کیلئے

اس جگہ مجبور لیوں کا نام لینا جرم ہے  
اس جگہ گرتے ہوؤں کو تھام لینا جرم ہے

اس جگہ ہوتا ہے خوں الصاف کا ایمان کا  
اس جگہ انسان پیتے ہیں لہو انسان کا

اپنا خوں اپنا پسینہ بانٹتا ہوں اس جگہ  
دن کی گھڑیاں اس طرح میں کاٹتا ہوں اس جگہ

اے شریک زندگی تجھ کو فرسیر مطلق نہیں  
اس جگہ ہے مارا کا ہر ایک ذرہ آتش ہے  
اسے خراب آباد میں چیتے و سکوں ممکن نہیں

# تمہارے ہجر ہیں...

خیال و فکر کی دنیا پہ چھا چکے ہو تم  
تخللات کو رنگیں بنا چکے ہو تم  
میری ہر ایک نفس میں سنا چکے ہو تم

تمہارا حسن ہے جو ذہن و دل پہ چھایا ہے  
تمہارے ہجر میں ہر غم نے سراٹھایا ہے

کتابی چہرے کی رنگت گلاب جیسی ہے  
جھلکی سی آنکھوں میں مستی شراب جیسی ہے  
جیامیں دیکھئے شوخی حجاب جیسی ہے

تمہارے پیار نے شاعر مجھے بنایا ہے  
تمہارے ہجر میں ہر غم نے سراٹھایا ہے

سکونِ قلب ہو تم میری آرزو تم ہو  
شعورِ ہوش ہو تم میری جستجو تم ہو  
نگاہِ عشق و محبت کی آبرو تم ہو

سلیقہ جینے کا تم نے مجھے سکھایا ہے  
تمہارے ہجر میں ہر غم نے سراٹھایا ہے

فضائے شوق میں جلوے لگانے آجاؤ  
 وفا کا پیار کا پرچم اُڑانے آجاؤ  
 مرے نگاہوں کو حقیقت بنانے آجاؤ

تمہاری یاد میں مُنہ کو کلیجہ آیا ہے  
 سلیقہ جینے کا تم نے مجھے سکھایا ہے  
 تمہارے پیار نے شاعر مجھے بتایا ہے  
 تمہارے ہجریں ہر غم سے نس اُٹھایا ہے

# کھوج

میں اپنے آپ میں اُلجھا ہوا ہوں برسوں سے  
 حصار ذات سے باہر  
 بہت اندھیرا ہے  
 سمٹ گیا تو بنا اپنے آپ کا قیدی  
 بکھر گیا تو اندھیروں سے واسطہ ہے میرا  
 اندھیری کھائے میں ہیں ناگ سر اٹھائے ہوئے  
 ستم کی جبر کی لمبی زباں نکالے ہوئے  
 حصار ذات کے اندر بھی  
 اک گھٹن سی ہے  
 حصار جس کو کوئی توڑ بھی نہیں سکتا  
 حصار ذات کے اندر بھی  
 اسی کے باہر بھی نہ گہی کی تلاش  
 رہی ہے مجھ کو خود اپنی ہی آگہی کی تلاش  
 سزا یہ کیسی ہے  
 آخر کو کیا ہے میرا گستاہ  
 مرنے لئے نہیں جیسے کہیں بھی جائے اماں



# مثلاشیاں

مجھ پہ رحمت کی اک نظر کر دے  
میرے دل کی اندھیری کھائی میں  
چاند سورج کی روشنی بھر دے

مجھ کو خود سے قریب رکھ یا رب  
جتنی چاہے نواز دے دولت  
دل کا لیکن غریب رکھ یا رب

دامن آرزو میرا بھر دے  
آج میں چاہتا ہوں خوش ہونا  
میرے اللہ مجھ کو خوش کر دے

# مثالیاں

میرے ہاتھوں میں آئینہ دینا  
 جھوٹ کہنا مجھے نہیں آتا  
 سچ کہوں اتنا حوصلہ دینا

آزمائش عتاب لبس مولا !!!  
 زندگی گر اسی کو سمجھتے ہیں  
 زندگی کا عذاب لبس مولا

میرے ہاتھوں میں جب ایاغ جلے  
 کس قدر روشنی تھی آنکھوں میں  
 دل میں یادوں کے جب چراغ جلے

# ثلاثیاں

تیز اتنا دماغ مت رکھتا  
رات باہر اگر بتائی ہے  
گھر میں جلتا چراغ مت رکھنا

روشنی کھوجنے میں چلا ہوں مگر  
کیا کروں گا میں لے کے نئی روشنی  
جس کی خاطر جلے ہیں ہزاروں گھر

مت کرو شور و غل مت کرو یاد ہو  
ایک تم ہی تہیں تیز خنجر تلے  
وقت کی مار ہے ہر طرف کوبہ کو

# تلاشیاں

میں نے قسطوں میں زندگی جی ہے  
 تشنگی کا بھرم بھی رکھنا تھا  
 خالی بوتلِ پنجوڑ کر لیے ہے

میں ہی ایسا ہوں دل میں ترے صاف دیکھ لے  
 اک پل بھی تجھ سے دور نہ جاؤں گا میں کبھی  
 جب میری یاد آئے تو اطراف دیکھ لے

جانے کیا دیکھا ہے مجھ میں ڈر رہی ہے زندگی  
 غار میں تاریکیوں کے قید رکھ کے عمر بھر  
 روشنی کی بات کیسے کر رہی ہے زندگی

# مثلاشیاں

اس قدر بھی ٹوٹنا اچھا نہیں ہے  
 زندگی تو جنگ کا میدان ہے  
 زندگی سے بھاگنا اچھا نہیں ہے

زندہ رہنا بھی کیا ثواب نہیں ہے  
 زندگی کے عذاب سے بڑھ کر  
 میرے مولا کوئی عذاب نہیں ہے

چائے کی محتاج ہے نہ پان کے  
 دوستی کی اور کیا تعریف ہو  
 اک دکان ہے کانچ کے سامان کے

# شکائتیاں

دھوپ صدیوں کی اور پیاس ہی پیاس  
 مال کا آنچل رہا نہ جب سر پر  
 کون دے گا دعائیں کسکی آس!



ہر کرن آفتاب ہو جاتی  
 تم اگر زندگی میں آجاتے  
 زندگی کامیاب ہو جاتی



یہ یقیناً ہے عشق کا جادو  
 وہ نہیں پاس میرے پھر بھی جمیل  
 میری سالنوں میں ہے وہی خوشبو



# مثلائییاں

آگ میں جیسے جل رہا ہو کوئی  
ایسے جلیتا ہوں تیری دنیا میں  
دھوپ میں جیسے چل رہا ہو کوئی

کیسے کیسے تو آزماتا ہے  
تیری دنیا ہی جب جہنم ہے  
پھر جہنم سے کیوں ڈراتا ہے

کیا بتاؤں دلِ فراب کی بات  
زندگی خواب میں گزاری ہے  
لو چھتے ہیں وہ مجھ سے خواب کی بات

# مثلاثیاں

تمہیں لاش مل جائے گی اباز میں پر  
مگر تم کو قاتل کہیں نہ ملے گا  
کہیں نہ ملے گا نہ ہو آستیں پر

ہاتھ میں کیا ہے اس کے کیا دے گی  
اس کو اتنا نہ سر چڑھاؤ جمیل  
دیکھو دنیا ہے یہ دغا دے گی

ہوش بھی ہیں قابو میں دل بھی دسترس میں ہے  
تجھ کو یاد رکھنا بھی تجھ کو بھول جانا بھی  
کل بھی میرے بس میں تھا اب بھی میرے بس میں ہے



# مثلا تیاں

خود کو تصویرِ غم بنایا سیٹھے !  
 اک غم روزگار کیا کم تھا  
 لوگ دل کو نیا لگا سیٹھے

کیا کہوں کیسے جی رہا ہے جمیل  
 تشنگی حد سے بڑھ گئی ہو گئی  
 زہر کے جامِ پی رہا ہے جمیل

ہاتھ اپنے ایاغ لگ جاتا  
 سب اندھیرے دھواں دھواں ہوتے  
 روشنی کا سراغ لگ جاتا

